

واصف علی واصف



شب پوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وَاصِفِ عَلِيٍّ وَاصِفِ  
شَبِّ حِرَاعِ

قال في الغاية

نعمون لا نعبد

والا ابي

# شبِ چراغ

واصف علی واصف

ناشر:

کاشف نیکی کیشینر

۳۰۱۔ اے جوہر ٹاؤن لاہور فون: ۵۳۰۰۴۳۸



انتساب

والدین کے نام  
جن کی دُعاؤں کی بدولت میں  
”شب چراغ“ پیش کر رہا ہوں

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله رب العالمين  
والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين الطاهرين

# فہرست

## یم بہ ایم

- ۱۵ \_\_\_\_\_ حمد باری تعالیٰ ! یا الہی تو کار ساز و کریم
- ۱۸ \_\_\_\_\_ بارگاہِ حمدیت میں تو ایک قلم زمِ رحمت و وسیع دہِ پایاں
- ۲۱ \_\_\_\_\_ بعد از خدا بزرگ توفیق یا نبی تیرا کرم درکار ہے
- ۲۳ \_\_\_\_\_ میسلا دلہنٹی: مبارک اہل ایمان کو کہ ختم المرسلین آتے
- ۲۶ \_\_\_\_\_ معراج کی رات! بامِ اقصیٰ سے چلا رشکِ قرآن کی رات
- ۲۹ \_\_\_\_\_ شیرِ یزدان! علیؑ مولائے رندان جہاں ہے
- ۳۲ \_\_\_\_\_ لافقی! .... بس رہی ہے فضاؤں میں خوشبو
- ۳۵ \_\_\_\_\_ امام حسین! السلام اے نورِ اول کے نشان
- ۳۷ \_\_\_\_\_ گنج بخش فیضِ عالم! السلام اے سیدِ ہجو، قطبِ الاولیاء
- ۴۰ \_\_\_\_\_ خواجہ جی: خواجہ ملن کی پیاس سے دل میں نینوں میں برساتیں ہیں!
- ۴۱ \_\_\_\_\_ خواجہ سعید الدین: آفتابِ رُوسے احمد کی درخشندہ کرن
- ۴۳ \_\_\_\_\_ فرید الدین مسعود گنجِ شکر: حمد و زہد، ہمایا گنجِ شکر! با فریہ
- ۴۵ \_\_\_\_\_ چل خسرو گھر اپنے ....: میں مائی کی سورتی، مائی یہ لاریس
- ۴۷ \_\_\_\_\_ کلیم بوذرقی: الخداز حسبِ دنیا الخدر
- ۵۳ \_\_\_\_\_ مئے شوق: تری شان بو ترانی، میرا ذوق ناک بازی
- ۵۴ \_\_\_\_\_ طائرِ لاهوتی: میں نعروں مستان، میں شوخی زندان
- ۵۵ \_\_\_\_\_ زندگی: زندگی اپنے لٹو کا نام ہے
- ۶۱ \_\_\_\_\_ کاروانِ حیات: کاروانِ زندگی پیہم رواں ہے، شمع و شام



- ۶۴ \_\_\_\_\_ نولے راز : شبِ انتظار کی بات ہوں غمِ بقرار کی بات ہوں
- ۶۵ \_\_\_\_\_ بندہ و بندہ نواز ، بنا چار تنکوں کا آشیانہ کہ تڑپ تڑپ اٹھیں بجلیاں
- ۷۰ \_\_\_\_\_ یومِ شوکتِ اسلام : اے خوش یومِ شوکتِ اسلام
- ۷۲ \_\_\_\_\_ وطن کا مجاہد : اسلام اے عظمتِ شانِ وطن
- ۷۵ \_\_\_\_\_ میں کون ہوں - بادل ہوں ، میں جنم کے اٹھا ہوں
- ۷۹ \_\_\_\_\_ مسافر : فروداں انجمن سے جا رہا ہوں
- ۸۲ \_\_\_\_\_ رایتیں : (جہاد کا تصور آتی خاکہ) شرحِ دلیل ہیں گیسوئے مغنیر رایتیں
- ۸۵ \_\_\_\_\_ "جنون و خرد" : خرد کا اصل ہی ہے کہ بے رحیم و لعین
- ۹۲ \_\_\_\_\_ قطعے : (۱) خرد کی موت بنی ہے (۲) خرد سحرِ استی ہے
- ۹۳ \_\_\_\_\_ دُور کی آواز : آ رہی ہے یہ دُور سے آواز
- ۱۱۱ \_\_\_\_\_ بختِ نورِ اقبال : اسلام اے ملتِ سلاسیہ کے جان نثار
- ۱۱۳ \_\_\_\_\_ قائدِ اعظم : آدیکھ ذرا رنگِ جنِ قائدِ اعظم
- ۱۱۵ \_\_\_\_\_ دُعا : الہی واسطہ رحمت کا تجھ کو

### سخن در سخن

- ۱۲۷ \_\_\_\_\_ ردائے شب سے ذرا آفتاب تھے کہنے
- ۱۲۸ \_\_\_\_\_ ظاہر میں گرچہ جسم مراد ہے خورشید ہے
- ۱۲۹ \_\_\_\_\_ گردِ سفر میں تافدِ ملت کا اٹ گیا
- ۱۳۰ \_\_\_\_\_ گلہ نہیں بنے اگر نہیں تری نظر میں نہیں
- ۱۳۱ \_\_\_\_\_ رازِ دل آشکار آنکھوں میں
- ۱۳۳ \_\_\_\_\_ آنکھ برسی تو بے بہا برسی !
- ۱۳۴ \_\_\_\_\_ ہر شام گرچہ آئی نظرِ حصارِ شکن
- ۱۳۵ \_\_\_\_\_ جو گولِ سمندر میں بھی رہ کر رہے پیاسے
- ۱۳۶ \_\_\_\_\_ رستے میں اک شجر ہے زمیں پر پڑا ہوا
- ۱۳۷ \_\_\_\_\_ ہر چہرے میں آتی ہے نظریہ کی صورت

- ۱۳۹ میں ہر اک موزی کے جوار بکھرنے والا
- ۱۴۰ چھوڑ کر جاؤ مجھے رنگ مدارات سمجھو
- ۱۴۱ ہر انسان یہی کتاب ہے، دیکھو تو اب کیا ہوتا ہے
- ۱۴۲ لب پہ آکر رو گئی ہے عرض حال
- ۱۴۳ یہ روشنی ہے ماگنی ہوئی آفتاب سے
- ۱۴۵ کب رات کٹے کب ہو سکر کہہ نہیں سکتے
- ۱۴۶ کل تک جو کر رہے تھے بڑے حوصلے کی بات
- ۱۴۷ تو فیصلہ ترکِ ملاقات میں گم ہے
- ۱۴۸ کیا جلتی ہوئی ریت پر ہم ڈھونڈ رہے ہیں
- ۱۴۹ سنگ درجیت ہے اور سرغریب کا!
- ۱۵۰ نہ آیا ہوں نہ میں لایا گیا ہوں
- ۱۵۱ تیری نگاہِ لطف اگر ہمسفر نہ ہو
- ۱۵۲ کبھی بلا کے کبھی پاس جا کے دیکھ لیا
- ۱۵۳ تمہا سفر میں یا میں کسی آنجن میں ہوں
- ۱۵۴ تیری طلب میں جاں بہ لب ہو گیا ہوں میں
- ۱۵۵ شام تو شام، صبح بھی ہے رات
- ۱۵۶ میں ایسے رنگ و بو پا بند آب و گل رہا
- ۱۵۷ بلا ہے جو مقدر میں رقم تھا
- ۱۵۸ پھر تجھے یاد کر رہا ہوں میں
- ۱۵۹ کیا سوچ کے آئے تھے تری بزم میں ہم آج
- ۱۶۰ زندگی سنگ دربار سے آگے نہ بڑھی
- ۱۶۱ ترے قریب ہوتے جب سے اشکبار ہوئے
- ۱۶۲ ہم غریبوں پر غنایات، خدا خیر کرے
- ۱۶۳ دیے ہیں تو نے زمانے کو بھر کے جام و سبزو
- ۱۶۴ دوستو! دوستی کا نام نہ لو!

- ۱۶۵ زبان ہم ہیں ہمسگر کشش و لشتلو ہم ہیں
- ۱۶۶ شکوہ تو نہیں ہستی اگر وقف الم ہے!
- ۱۶۷ سنبھل جاؤ نچن والو نہ طرب ہم نہ کہتے تھے!
- ۱۶۹ ہر قدم دل کشی ہے کیا کیسے!
- ۱۷۰ کس قدر پابند ہے تحریر کی
- ۱۷۱ شمع اعجاز ہے تیری نظر کا
- ۱۷۲ اپنی ہستی کو ہم الم سمجھے
- ۱۷۳ ذرا زلف برہم کے خم دیکھنا
- ۱۷۴ ستم ہوں گے مگر پیہم نہ ہوں گے
- ۱۷۵ شب ہستی کٹی ہے مر مر کے
- ۱۷۶ کب اڑا لے گئی ہوا مست پوچھو
- ۱۷۷ ترس خیال نے بخشش تھی جو خوشی نہ رہی
- ۱۷۸ جذبات زیر گردش حالات سو گئے
- ۱۷۹ خالی پڑے ہیں جام کوئی بات کیجیے
- ۱۸۰ چمکتے جسم کے صحرا کا اک سراب ہوں میں
- ۱۸۱ نشاط رنگ دبو سے بے نیاز آرزو ہو کر
- ۱۸۲ میں آرزو سے دید کے کس مرحلے میں ہوں
- ۱۸۳ میرے سر پر جو ٹوٹا تھا
- ۱۸۴ اپنی محفل میں مجھے بلوائے دیکھو
- ۱۸۵ کون کسی کا اس دنیا میں کس نے پیت نجانی
- ۱۸۶ میں خود تلاطم قلزم ہوں خود ہی دشت کی پیکس
- ۱۸۷ چٹپوس کمان کہ میں ہوں راز جو ہر ہستی
- ۱۸۸ عیاں تھا جس کی نکاہوں چہ عالم انرار
- ۱۸۹ وہ نہیں ملتا جسے مانگا گیا!
- ۱۹۰ تلاش کرتا رہا دشت میں جسے آہو

- ۱۹۱ \_\_\_\_\_ دوجر کردار کا مشا لی ہے
- ۱۹۲ \_\_\_\_\_ قیامت کس طرح آئی۔ اسے کوئی نہیں سمجھا
- ۱۹۳ \_\_\_\_\_ وہ پاس تھا تو مجھے منہ لیں دکھاتا تھا
- ۱۹۴ \_\_\_\_\_ بول حرفت دعا، تقریر طوفانی نہ کر
- ۱۹۵ \_\_\_\_\_ رونق بزمِ طرب، یاد نہ کر

## کرن کرن

- ۱۹۹ \_\_\_\_\_ شاہد و شہود، نورِ مجسم، نخلق سے پہلے
- ۲۰۲ \_\_\_\_\_ اول و آخر، دانہ گندم، گناہ اولیں
- ۲۰۳ \_\_\_\_\_ منکت: یہ ایک لمحہ، جہان نو کا پایا بر ہے
- ۲۰۴ \_\_\_\_\_ تلاش: میں نوجو گر ہوں
- ۲۰۵ \_\_\_\_\_ فیصلہ: آدھا رستہ ٹٹے کر آیا
- ۲۰۶ \_\_\_\_\_ ویک: خیال کی حد توں میں شب بھر
- ۲۰۸ \_\_\_\_\_ صلابت: آفاقی تصویریں لے کر
- ۲۱۰ \_\_\_\_\_ تکمیل: امن کیا ہے؟
- ۲۱۱ \_\_\_\_\_ تضاد: تجھے بھی حق ہے، مجھے بھی حق ہے
- ۲۱۲ \_\_\_\_\_ شہرنگ: دل ہے — پتھر
- ۲۱۳ \_\_\_\_\_ پرانے کاغذ: چھپے ہوئے آتشیں بجزیرے
- ۲۱۵ \_\_\_\_\_ رشتہ: جھلیل جھلیل
- ۲۱۶ \_\_\_\_\_ برقاس: پٹیر چپ چاپ، مکان گنگ، نفسا میں خاموش
- ۲۱۹ \_\_\_\_\_ فرمائش: آفر اک دن

## تن من (متفرق اشعار) دوہے

۲۲۳-۲۲۸ \_\_\_\_\_ ندی کنارے میں کپڑی جانا ہے اس پار

## کلام نو

- ۲۳۱ \_\_\_\_\_ نعت : من رآنی کا مدعا چہرہ
- ۲۳۲ \_\_\_\_\_ باعثِ حروفِ دُعایا دنیئیں
- ۲۳۳ \_\_\_\_\_ دُور سے اُڑ کے مرے دیس میں آئی مٹی
- ۲۳۴ \_\_\_\_\_ چاندنی رات میں کھلے چہرے
- ۲۳۵ \_\_\_\_\_ مرے جہاں کا نصاب چہرے
- ۲۳۶ \_\_\_\_\_ دُور تک بے مائیگی کا سلسلہ محسوس کر
- ۲۳۷ \_\_\_\_\_ روشنی کائنات کی خوشبو
- ۲۳۸ \_\_\_\_\_ تاروں پہ ڈالنے کے لیے جو کتنی تھی
- ۲۳۹ \_\_\_\_\_ چاند پانی میں یوں اتر آیا
- ۲۴۰ \_\_\_\_\_ آپ جس دن سے مہرباں ٹھہرے
- ۲۴۱ \_\_\_\_\_ رخصت کے وقت صبر کی تلقین کر گیا
- ۲۴۲ \_\_\_\_\_ مت پوچھو کہ میں کتنی بندی سے گرا ہوں
- ۲۴۳ \_\_\_\_\_ ہم نے اپنے دُور میں کیا کیا دیکھا ہے
- ۲۴۴ \_\_\_\_\_ قدم قدم پہ تھا اک مرحلہ، میں کیا کرتا
- ۲۴۵ \_\_\_\_\_ پھر نگاہوں کو پیاس ہے آجا
- ۲۴۶ \_\_\_\_\_ اس کا کیا اعتبار اب سو جا
- ۲۴۷ \_\_\_\_\_ میں نے افکار کے چہرے سے ہٹایا پردہ
- ۲۴۸ \_\_\_\_\_ خوشبو سے رنگت رنگت سے خوشبو نکال دے
- ۲۴۹ \_\_\_\_\_ وہ مرا ہم سفر ہو سکتا ہے
- ۲۵۰ \_\_\_\_\_ تلخی زبان تک تھی وہ دل کا برا نہ تھا
- ۲۵۱ \_\_\_\_\_ کیوں ٹوٹ گیا تارا؟
- ۲۵۲ \_\_\_\_\_ پنجابی کلام (انتخاب)

بیم بہیم  
(نظمیں)

تالیف: مولانا محمد رفیع صاحب  
پبلشر: مولانا محمد رفیع صاحب  
پتہ: مولانا محمد رفیع صاحب

۱۹۵۰

۱۰۰

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساتی  
ہاتھ آجاتے مجھے میرا مقام اے ساتی  
(اقبال)

## حمدِ باری تعالیٰ

یا الہی تو کار ساز و کریم !  
 بے نیازی تجھی کو زیبا ہے  
 عالم شش بہت نخی و جلی !  
 میں وجود و عدم تری تخلیق  
 تیرے جلوے عیاں ہوتے ہر جا  
 بنے ساز و وجود نور ترا !  
 عرشی و فرشی توری و ناری  
 گنج نخی بھی آشکار بھی تو  
 کب رسم ہو سکے ثنا تیری !  
 کوئی ہمسرنہ بے شریک ترا  
 تو نے بننا ہے سب کو ذوق نمود  
 موح قلم تری جب سال تری  
 اپنے اپنے مدار میں گرداں  
 قلب مضطر کا تو مترار و سکوں

مادراتے حدود نور تری  
 اول و آخر و خمیر و عظیم  
 سب کا خالق ہے تو محیط و مقیم  
 دم بدم ہر جگہ عیاں و عدیم  
 رنگ گل، شبنم و نسیم و شمیم  
 آیت نہ دیکھنے کو قلب سلیم  
 جن و انساں کریں تری تعظیم  
 ہو ازل یا ابد تری استلیم !  
 راقم اشجار ہوں بحور و تسلیم !  
 جو کرے دعویٰ وہ لعین و رحیم  
 یہ کو اکب و تسمر، یہ شمس و عظیم  
 بہفت افلاک و ارض کا بنے نسیم  
 یہ نجوم فلک جمہیل و جسم  
 تو ہے ستار تو غفور و رحیم



تو عیاں میں نہاں، نہاں میں عیاں  
 تو ہی قہرِ اوقادور و جبار!  
 تیری ہیبت سے کانپتا ہے جہاں  
 کافر و مشرک و ہنود و یہود!  
 جی رہے ہیں ترے سہاگے پر  
 تو بے رازق محافظ و مولا!  
 عقل حیراں ہے فلسفہ "مضم"  
 تیری تسبیح، کائنات کی نحو!  
 تیرا احسان ہے بہ شکلِ نبی  
 اپنے محبوب کی محبتِ بخشش  
 معصیتِ معرفت میں ہو تبدیل  
 خاک ہو جاتے ماسوا کی طلب  
 مومنوں کو ملے نفعِ ان سحر!  
 تیرے بندے نہ ہوں نحیف و غریب  
 راہ بر کون، کون ہے رہزن؟  
 اپنے اسلام کی حفاظت کر!  
 صورتِ معنی ہیں کلامِ حکیم  
 منتقمِ تُو ہے، تو نذلِ عظیم  
 لقمہٴ نارِ موتِ درہ ہو غنیم  
 زندہ ہیں اس لیے کہ تُو ہے کریم  
 موربے مایہ ہو کہ فیصلِ شحیم  
 آدمی ہے مگر ظلوم و خصیم  
 تجھ کو سمجھے کوئی کہاں کا نفیم  
 ذرہ ذرہ کے عزیز و حکیم  
 ذاتِ اقدس تری زلفِ رحیم  
 اے شاہِ انس و جاں حکیمِ حکیم  
 دل سے ہوں دُور خواہشاتِ ذمیم  
 صرف تیری لگن ہو عزمِ صمیم  
 چاہنے والوں کو عطا ہو گلیم!  
 تیرے باغی نہ ہوں امیر و لمیم؟  
 دُودھ پانی کی ہو ذرا تقسیم  
 لوگ کرنے چلیں ہیں کچھ ترمیم

تجھ کو اپنے حبیب کی بے قسم! ہو عطا الفتِ نبی کریم!  
ہم بھی دیکھیں ذرا وہی جلوے سامنے ہوں نظر کے طور و کلیم  
منظہرینِ حق ہے ذاتِ نبی! مرکز و محور و محبت و تقسیم  
منہ عرش پر میسارِ کمان حُسنِ احمد ہے احسنِ تقویم

شانِ مولا ہو کیا بیاں و آصف  
اُس کا احسان ہے عظیم و قدیم

## بارگاہِ صمدیت میں

تو ایک قلمزمِ رحمتِ وسیع و بے پایاں  
میں ریگِ زارِ تمنا میں تشنہٴ باراں !  
ترا جمال کہ ہے کائنات کی تنویر !  
میں اک مسافرِ شبِ تیرگی میں سرگرداں  
تو ایک راز کہ ظاہر بھی ہو تو پُر اسرار  
میں تیرے راز کا محرم میں تیرے فن کا نشان  
تو سامنے ہو تو چھین جاتے تابِ نظارہ  
میں آتے میں ہوں گمِ ہمشیرِ دیدہ حیراں

تُو لاماں کا کس اپنی ذات میں تنہا !  
حری شریکِ سفر کیوں ہو گردشِ دوراں  
تُو وہ کہ تُو تے تے کے ضیے ارض و سما  
میں تیرہ شب میں تمناے روزنِ زنداں  
تُو خود قریبِ بگِ جاں ہے تو بات الگ  
میں ددرتی شبِ بھراں میں شورشِ گریاں  
تُو ایک برقِ تجلی کہ ہر وجود میں تُو !  
میں ایک سنگ کہ اپنے وجود میں لرزاں  
تُو وہ قدیم کہ آغاز ہے نہ بے انجام ،  
میں وہ کہ حادث و فانی و بے خبرانساں  
تُو ہر خیال کی رفعت سے ارفع و اعلیٰ !  
میں لاؤں کونے الفاظِ شان کے شایاں !  
تُو آسکے تو مرے عزم کی کائنات میں آ  
میں آ گیا تیری چاہت میں اب کہاں کہاں  
عجب نہیں تُو مرے نمکدے میں آ جاتے  
عجب نہیں کہ مرے درد کو لے درماں !

بجا کہ کُطفِ دُکرم بے کنارے تیرا !  
 بجا کہ مجھ کو بے احساسِ تنگیِ داماں !  
 نگاہِ نگر سے پردے اٹھا کرے مولا ،  
 سرِ فلک بھی دھواں ہے سرِ نظر بھی دھواں  
 تجھے بے واسطہ تیری بقائے مُطلق کا ،  
 مرے وطن کی بقا کا بھی کچھ تو ہو سا ماں !

تو ہی بتا کہ تجھے کیا کہے ترا و اصف !  
 ملے زبان کو دل ، یا عطا ہو دل کو زباں !

شب چراغ

## بعد از خدا بزرگ توئی

یا نبی تیسرا کرم در کار ہے  
آزمائش میں مرا کردار ہے  
دُشمنانِ دین کے زخے میں ہوں  
حادثاتِ دہر کی یلغار ہے !  
یا حبیب اللہ تیسرا ذکر بھی !  
آج کے ماحول میں دشوار ہے  
بر نظر سہمی ہوئی ہر دل اُداس  
زندگی اب زندگی پر بار ہے

عہدِ ماضی میں جو امت نئی چٹان  
آج وہ گرتی ہوئی دیوار ہے  
دین پر دُنیا مسلط ہو گئی،  
تیری امت بے کس و نادار ہے  
دین کی خاطر بلا تھا یہ وطن!  
دین کا آئین ہی درکار ہے  
دین کیا ہے تیری اُلفت کے ہوا  
دین کا بس اک ہی معیار ہے

تُو نظر پھیرے تو طوفاں زندگی!  
تُو نظر کر دے تو بیڑا پار ہے!

## میلاد النبیؐ

مُبَارک اہلِ ایماں کو کہ ختمُ المرسلین آئے  
مُبَارک صد مُبَارک باقی دینِ میں آئے  
مُبَارک ہو کہ دُنیا میں شہِ دُنیا و دیں آئے  
چراغِ طور آئے، زینتِ عرشِ بریں آئے

کہ حُسنِ ذات، دینے کے لیے ذوقِ یقین آئے  
مُبَارک ہر جہاں کو رَحْمَةُ لِلْعَالَمِینِ آئے

یہ روزِ کُن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے!  
دو عالم میں مُحَمَّدٌ کا نہ تھا ثانی، نہ ثانی ہے!  
فنا زیرِ قدم، اُن کی بقا پر حُکمرانی ہے!  
مُحَمَّدٌ کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے!

سرِ اِپا عِشْقِ حَقِّ بِنِ کَر حَسینوں کے حسین آئے  
مُبَارک ہر جہاں کو رَحْمَةُ لِلْعَالَمِینِ آئے



وہی حلم و طہ ہے مدثر ہیں منزلیں ہیں  
 وہ کو مشابیح آدم کی تفسیر مکمل ہیں!  
 امام الانبیاء ہیں، نور ہیں، انسانِ کامل ہیں  
 خدا خود میرے مجلس ہے مستدثعِ محفل ہیں!

دلوں کو نور دینے کے لیے نورِ مبسب آتے  
 مبارک ہر جہاں کو رحمة للعالمین آتے

دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا، آگے بے مہمت اُن کا  
 کلامِ اللہ کی تفسیر ہے گویا کلام اُن کا  
 حیاتِ جادواں دیتا ہے ذمہ کو پیام اُن کا  
 خدا ہی جانتا ہے کس قدر پیارا ہے نام اُن کا

گنہگار و نہ گنہگار و شفیع المذنبین آتے  
 مبارک ہر جہاں کو رحمة للعالمین آتے

در و دیوار طیبہ کے خوشی سے جگمگاتے ہیں  
فضائیں رقص کرتی ہیں پرندے چہماتے ہیں  
ملائک حُور و غلاماں راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں  
کہ سلطانِ زمانہ دہر میں تشریف لاتے ہیں

جبینِ آسماں جھکتی ہوئی سوتے زمیں آتے  
مُبَارک ہر جہاں کو سَحَرُ لِلْعَالَمِیْنَ آتے

دو عالم کے دلوں کو نور دیتا ہے جمالِ اُن کا  
یہ جاں اُن کی یہ دل اُن کا صفت اُن کی کمال اُن کا  
یہ دن اُن کا چراغ اُن کے من راق اُن کا وصال اُن کا  
غلامِ کتریں و اصطف علی کو بے خیال اُن کا

مُحَمَّدؐ کی غلامی میں قلوبِ العاشقیں آتے  
مُبَارک ہر جہاں کو سَحَرُ لِلْعَالَمِیْنَ آتے

## معراج کی رات

بامِ اقصیٰ سے چلا رشکِ سحر آج کی رات  
فرشِ رہ ہو گئی تاروں کی نظر آج کی رات  
مِثْلُکُمْ ہی سہی انسان، مگر آج کی رات  
عرش پر کرنے گیا ہے وہ بس آج کی رات  
دھل گئے نور میں سب ارض و سما، کون دیکھا  
لامکاں تک ہوئی پروازِ بشر آج کی رات  
"قَابِ قَوْسِین" سے اُدنی ہے مقامِ محمود!  
سرنگوں کر گئی ادراک کا سحر آج کی رات  
عشقِ بے تاب کی کیا بات ہے اللہ اللہ!  
کھل گئے گنبدِ افلاک کے در آج کی رات  
شبِ اسری پہ ہوں قربانِ بزاؤںِ راتیں،  
بزمِ ہستی کی ہے تابندہ سحر آج کی رات  
بے خبرِ نعتِ آدم سے ہے جبریلِ امیں!  
منزلِ سدرہ "ہوئی گردِ سفر آج کی رات"

شب چراغ

مرحبا سید مکی مدنی العسری !

عرش سے لاتے دعاؤں کا اثر آج کی رات

حُسن بے حد تعین سے در آج کی رات

چل دیا سوتے خدا نوحہ آج کی رات

آج کی رات ہے تکمیلِ عروجِ آدم

حُسنِ تخلیق پہ نازاں ہے خدا آج کی رات

آگیا جوش میں رحمت کا سمندر امشب

گنجِ مخفی ہوا مائل بہ عطا آج کی رات

نجمت و نور میں ڈھلنے لگے لمعاتِ جمال !

چشمِ فطرت ہوتی حیراں بجز آج کی رات

دل دھڑکتے ہیں ستاروں کے قمرِ چشمِ براہ

حور و غلاماں نے کہا سَلِّ علیٰ آج کی رات

خوشبو تے گی سوتے دالیل سے مہکا عالم !

چشم "مازار" ہوتی جلوہ نما آج کی رات

بزمِ زنداں نہ ہوتی ورنہ یہ کہتا و اصف

حُسنِ خود شوخِ زنداں نہ ہوا آج کی رات !

شب چراغ

دم بخود گردشِ افلاکِ زمیں آج کی رات  
سہ رنگوں چاند ستاروں کی جہیں آج کی رات  
جلگاتا ہی رہے عرشِ بریں آج کی رات  
لامکاں میں ہوا انسان نکمیں آج کی رات!  
شوقِ دیدار کی کیسا بات ہے اللہ اللہ  
درمیاں نیم کا پردہ بھی نہیں آج کی رات  
منزلِ سہرہ سے آگے ہے مقامِ محمود  
دیکھتے رہ گئے جب شہرِ ایں آج کی رات  
خوردِ غلمان و ملائک کی زباں پر آیا!  
حُسن بے حدِ تعین سے حسین آج کی رات  
جانے والا ہے سبھے کہ بلانے والا!  
کوئی اس راز کا ہمزاز نہیں آج کی رات  
رفعتِ صاحبِ لولاک کوئی کیسا سچے  
خاک پر گستی رقی غسل جہیں آج کی رات  
آج کی رات دونا مانگ رہا ہے واصف  
کر عطار بے علی فتحِ مہیں آج کی رات!

## شیرِ یزداں

علیؑ مولائے زمانِ جہاں ہے  
علیؑ شیدا محمّد مصطفیٰ کا  
علیؑ کی ضرب ہے ضربِ الہی  
علیؑ کے ہاتھ کو کیسے ید اللہ !  
علیؑ گویا مکینِ لامکاں ہے !  
علیؑ کی دستاں کیا دستاں ہے  
علیؑ سجدوں کی عظمت کا نشان ہے  
علیؑ کی یاد سے ہستی بہاراں ،  
علیؑ کا نام نصرت کا نشان ہے  
علیؑ من کنتُ مولا کا بیاں ہے  
علیؑ سجدوں کی عظمت کا نشان ہے  
علیؑ سے بغضِ عرفاں کی خزاں ہے  
علیؑ مولا، امام ہرزماں ہے  
علیؑ شاہِ بختِ شاہِ ولایت

علیٰ غالب علیٰ ارض و سموات  
 علیٰ شکل کتا، عطلِ نبوت !  
 علیٰ خیر مکن شیر الہی  
 علیٰ ہے واقفِ رازِ حقیقت  
 علیٰ دامادِ شاہِ ہر جہاں ہے  
 علیٰ بابِ حقیقت بے گماں ہے  
 علیٰ مفتاحِ قلبِ آسماں ہے  
 علیٰ شرع و طریقت کا بیان ہے  
 علیٰ ہے رہنمائے جن و آدم  
 علیٰ لاریب میرِ کارواں ہے  
 علیٰ نے دین کو سچا لہو سے  
 علیٰ لاریب میرِ کارواں ہے  
 علیٰ بارخِ نبی میں گھنٹاں ہے

علیٰ کی عین کے گوہر زالے

علیٰ خود معدنِ علمِ نہاں ہے

علیٰ قاری علیٰ ت آنِ ناطق

علیٰ کا نور بر نوکِ سناں ہے

علیٰ ہے ساتیٰ تسنیم و کوثر  
 علیٰ ہے لافنی "لا سیف" دالا  
 علیٰ کو میں علیٰ کمدوں و لسیکن  
 علیٰ کے فیض سے لاہور روشن  
 علیٰ خود تہذیبِ لب تشہ زباں ہے  
 علیٰ لیکن رضا کا پاسباں ہے  
 علیٰ سجدے میں خود سبجِ خواں ہے  
 علیٰ کے دم سے اجمیری نشاں ہے  
 علیٰ کا نام ہے کلیر میں صابر  
 علیٰ سے خسرو شیریں بیاں ہے  
 علیٰ کی "لاٹ" ہی تظہی نشاں ہے  
 علیٰ کا ہی نظامِ دہلوی ہے

علیؑ خواجہ فرید الدینؒ کی منزل  
علیؑ کے نام سے مولائے رومی  
علیؑ کا ہفتہ ہے فخر محمدؐ ،  
علیؑ ہے کاشفِ رازِ حقیقت  
علیؑ ہے شارحِ شانِ نبوت !  
علیؑ ہے مرکزِ پرکارِ ہستی  
علیؑ سے اولیاء کی زندگی ہے  
علیؑ پاک تین کی جانِ جاں ہے !  
علیؑ تبریز کا ستارہاں ہے !  
علیؑ لعلِ لعلی جسم و جاں ہے !  
علیؑ وحدت میں اک کثرتِ نہاں ہے  
علیؑ کا نام ہی حُسنِ سیاں ہے !  
علیؑ جب بھی جہاں ہے وہاں ہے  
علیؑ کی ذات ہی روحِ ویاں ہے

علیؑ کی یاد ہے واصفِ علیؑ کو  
علیؑ خود اس زمیں کا آسماں ہے !



## لافتی ----

بس رہی ہے نضاؤں میں خوشبو  
پھر کھنکنے لگے ہیں جامِ دسبو!  
سوزِ دل سے چراغ جلتا ہے  
دردِ غربت کہے میں پتا ہے  
اُن کا فیضِ نظر ملا ہے مجھے!  
اُن کی شفقت کا آسرا ہے مجھے  
اُن کی مدحت مری مجال نہیں  
ہے اُنہی کا، مرا کمال نہیں!

اُن کے ساتے سے پیار کرتا ہوں  
جان اُن پر نشا رکرتا ہوں  
جن کی ہیبت سے سرنگوں اصنام  
وہی مولا امام عالی مقام  
وجہ عرفانِ اولیائے جہاں  
ز دین ہیں جن کی لامکان و مکاں  
نام جن کا علیؑ اسد اللہ  
جن کا چہرہ بنا ہے وجہ اللہ  
سوزِ ساز و سخنِ علیؑ مولا!  
سایہ ذوالمننِ علیؑ مولا  
ردِ رنج و محن، علیؑ مولا!  
زینتِ انجمن، علیؑ مولا  
میرے من کی لگنِ علیؑ مولا!  
رازِ خیرِ شکن، علیؑ مولا!  
مترسِ نہاںِ علیؑ مولا!  
بے نشاں رانِ شاںِ علیؑ مولا!

رہبرِ انس و جانِ علیؑ مولا

بابِ علمِ زداںِ علیؑ مولا  
فخرِ ختمِ رسلِ علیؑ مولا

آفتابِ بِلِ علیؑ مولا !

شیرِ یزداںِ علیؑ ولی اللہ

شاہِ مرداںِ علیؑ ولی اللہ

لافتنی بر ملا علیؑ حیدر

ساتی میسکہ علیؑ حیدر

ہیں ننگاؤںِ رسولؐ کے مقبول !

دارشِ دینِ حقِ پناہِ بتولؑ

فیضِ اُن کی نظر سے ملتا ہے

کب ادھر یا ادھر سے ملتا ہے !

میں نے جیب بھی انہیں پکارا ہے

اگر صد آئی تو ہمارا ہے !

فیضِ عالم میں منظم شدہ انوار

اُن کے صدف میں ہوگا بیڑا پار

## امام حسینؑ

السلام اے نورِ اول کے نشاں  
السلام اے راز دارِ کُن فکاں  
السلام اے دانتانِ بے کسی !  
السلام اے چارہ سبزِ بیکیاں  
السلام اے دستِ حقِ باطل شکن  
السلام اے تاجدارِ ہرزماں  
السلام اے ربِ عبرِ سلیم لَدُن !  
السلام اے فتحِ عارفاں !  
السلام اے راحتِ دوشِ حق !  
السلام اے راکبِ نوبِ سناں  
السلام اے بو ترابی کی دیل  
السلام اے شاہِ مبارزِ لامکاں

السلام اے ساجد بے آرزو  
السلام اے رازدارِ رُتدیاں!  
السلام اے ذوالفقارِ حیدری  
السلام اے کشتہ تسلیم جاں  
السلام اے مستی جامِ بخت!  
السلام اے جنبشِ کون و مکان  
السلام اے رازِ رُتدآنِ میں  
السلام اے ناطقِ رازِ نہاں!  
السلام اے ہم نشینِ ریگِ دشت  
السلام اے کج کلاؤِ خسرواں!  
السلام اے دُرِّ دینِ مصطفیٰ!  
السلام اے معدنِ علمِ رواں!

السلام اے گوہرِ عینِ علیؑ  
دینِ پیغمبر کے عنوانِ حبلی

## گنج بخش فیضِ عالم !

السلام اے سیدِ ہجویرِ قطبِ الاولیاء

السلام اے مرکزِ توحید، النوارِ اللہ !

سطوتِ علمِ الباقین و شوکتِ دینِ مبس !

رہبرِ اقلیمِ عثمانیہ، عارفِ محمد مصطفیٰ !

اے شہِ بطحا کے نور و کاشفِ رازِ مخفی،

شارحِ شانِ ولایتِ نورِ چشمِ مرتضیٰ !

قرنِ اول میں تراخِ صبحِ اول کی نمود

مہر و ماہِ عارفانِ ہند کے صدرِ العلاء

تو نشانِ عزم و وجدانِ قلبِ الصالحین

رہبرِ صدق و صفا و منبعِ جود و سخا

گوہرِ نایابِ تو ہے مونجِ بحرِ نورِ حق !

حقِ پناہ و حقِ نگرِ حق کو حقیقتِ آشنا

نقطہٴ لاہور میں سرِ بستہ رازِ آلالہ

سرزینِ شوقِ مستی میں ہزاروں کی فضا

کعبہ گنج شکر گنج ولایت گنج بخش !  
 قبلہ گاہِ خواجہ بہت والوںی روضہ ترا !  
 یا علیٰ محمدوم ججویریؑ یہ ہے تیرا کرم  
 سرزمینِ پاک میں ہے آج نامِ کبریا  
 اے فقیر و صوفی و سادق و صنایعِ سلوک  
 پاس بانِ سنت و شرع و سجدِ بے ریا !  
 یہ زمیں تیری ہے تیرے چلنے والوں کی ہے  
 ابتدا ہے لا الہ الا اس کی یہی ہے انتہا !  
 آج پھر ملت کو ہے اندیشہ کم مائیگی !  
 آئیہ کالتنطو کی شرح ہو جائے ذرا  
 اب ضرورت ہے شرابِ شوق کی اس قوم کو  
 جامِ اِلا اللہ کو ساقی ذرا گردش میں لا !  
 توڑنا ہے پھر ہمیں گویا طلسمِ سامری !  
 گنج بخش فیضِ عالم ہویدر بیضا عطا  
 لا الہ بر دور میں تائم ربے گا با یقین  
 بے یدر مومن ہی گویا ہاتھ اب اللہ کا !

سرزمینِ پاک پر بے کرگسوں کا کیوں ہجوم !  
کس کی غفلت سے بھوات کا شیرازہ بچا ؛  
اے ظہورِ صورتِ بے صورتِ آقائے کل !  
خدمتِ دینِ مبسب سے فیضِ عالم ہو گیا !  
تو بیانِ کشفِ محبوبِ نشانِ بے نشان ،  
اے شہیدِ حسنِ کامل گنجِ بخشِ پیٹھِ ما !  
استماں تیرا بے گویا اک نشانِ دینِ حق ،  
تیرے در پر جھک گیا جو پا گیا راہِ خدا  
دلی و جمیر میں گونجی صدائے گنجِ بخش  
تیرا فیضانِ نظرِ قطرے کو دریا کر گیا !  
گنجِ بخشِ بے تری مشہور داتا گنجِ بخش !  
گاہے گاہے یک نگاہے برفقیہ بے نوا  
واصفِ مکیں چہ گوید ایں مقامِ حیرت است  
خواجہ من قبہ من گفت قولِ حق بجا !  
گنجِ بخشِ فیضِ عالمِ مظہرِ نورِ خدا  
ناقصاں را پیرِ کامل کا ملاں را رہنما



## خواجہ شہجی

خواجہ ملن کی پیاس ہے دل میں نینوں میں برساتیں ہیں !  
 تہائی کے چُپ آگن میں میری اُس سے باتیں ہیں !  
 خواجہ مرے کا راز زالا، خواجہ تہلے تو رین اُجالا  
 درس بنا جگ گھور اندھیرا دن اپنے بھی راتیں ہیں  
 جگت گرد کی آنکھ کا تارا، خواجہ معین الدین ہمارا  
 دد لہا ہے جسیر نگر کا، گھر گھر میں بارائیں ہیں !  
 وحدت کثرت عین طریقت، ہر چہرے میں ایک حقیقت  
 قطب فرید نظام اور صابر ایک صفت کی ذاتیں ہیں !  
 چشت نگر میں نس دن میلے، عشق یہاں محسنل میں کیلے  
 آنکھ میں آنسو، لب پہ ترانے، یہ چشتی سوفا میں ہیں  
 رہنا ہے ہر حال میں راضی، خواجہ سنگے جیون بازی  
 خواجہ جی کی جیت ہمیشہ، مجھ پاپن کی ماتیں ہیں !  
 آنکھ سے اُوھل دل میں بسیر امن موہن بے خواجہ میرا  
 واصف اس کی پریت نرالی اس کی انوکھی گھاتیں ہیں

شب چراغ

## خواجہ معین الدین

آفتابِ روتے احمد کی درخشندہ کرن  
ماہتابِ کشورِ عرفاں معین الدین حسن  
چشتیانِ سرزمینِ پاک کی مستی کا راز  
توسراپاجانِ محفلِ توحیدِ شادِ انجمن  
خواجہ عثمانِ بارونی کی چشمِ التفات  
دارتِ دینِ محمدؐ نورِ چشمِ بیخِ تن!  
نسر نہ چشمِ بصیرت بے ترے کوچے کی خاک  
عینِ عشقِ مصطفیٰؐ بے پیرِ کمال کی لگن!  
سیدِ ہجویرِ قطبِ الاولیاء کا رازِ داں  
شاہبازِ لامکانِ وجانِ منِ جانانِ من!  
تو منافق کے جگر پر ایک ضربِ آخری!  
ہند کے ظلمت کدے میں نورِ اول کی کرن  
یا معین الدین اجسیری بنام گنج بخش،  
سوتے ماضی لوٹ جاتے گردشِ چرخِ کہن

منزلیں گم ہو گئیں رستے فضا میں کھو گئے  
 شاہبازوں کے علاقے لے گئے زاغ و زغن  
 خون سے اپنے شہیدوں نے کیا جس کو رقم  
 پارہ پارہ ہو گیا اس داستاں کا پیر بہن  
 گل کھلیں گے یا آگیں گے خار دیکھا جائے گا۔  
 آندھیوں کی زد سے تو محفوظ ہو پہلے عین  
 پھر نظام گمستن ہو گا جنوں والوں کے پاس  
 باندھ کر نکلے گی پوری قوم جب سر سے کفن!  
 آگیا ہے لب پہ آخر آج حرفِ مدعا!  
 اپنے سرستوں کو خواجہ دیجئے اذن بزن

جانے کس دیوانگی میں ان سے بولیں ہم کلام  
 میں کہ واصف ہوں گدائے والی شہرتین

## فرید الدین مسعود گنج شکر

جہد و زہد انبیاء گنج شکر بابا فرید  
رہنمائے اولیاء گنج شکر بابا فرید  
حضرت خواجہ معین الدین کی آنکھوں کے نور  
مہرِ عرفاں کی ضیاء گنج شکر بابا فرید  
اس وطن کا نقشِ اول "خطہ شہرِ پتن"  
رہبروں کا پیشوا گنج شکر بابا فرید

زندگی میں دا ہوا جس کے لیے "بابِ بہشت"  
پیکرِ صبر و خفا گنج شکر بابا فرید  
جس نے "محبوبِ الہی" کو دیا رنگِ جمال  
وہ چراغِ چشتیہ "گنج شکر بابا فرید"

صابر کبیر کو اس در سے ملا رنگِ جلال  
مصدر بابِ عطا گنجِ شکر بابا فرید

کیوں نہ ہو وردِ زباں و اصف علی نامِ فرید  
گوشہ دل پر لکھا گنجِ شکر بابا فرید

## ”چل خسر گھر اپنے....“

میں ماٹی کی مورتی . ماٹی میرا دیس  
ماٹی موری جاتے، میں لاتی سندیس  
ماٹی بھید اگم کا . ماٹی کی کیا بات  
سندر پھول سے پوچھو ماٹی کیسا دیس !  
ماٹی میں جل ، اگنی ماٹی پون بھکور  
ماٹی ہی من مونہی . ماٹی کرے کلیس  
ماٹی ماٹی کھاگتی ، ماٹی مور کھ کوکھ !  
ماٹی ماٹی جتم دے . ماٹی سو سو بھیس  
ماٹی بھولے پریم کو ، جگ کلنگ بن جاتے  
ماٹی جگ کا دیس ہے ، جگ اس کا پر دیس  
ماٹی کھڑ کھڑ بولتی ، بیتے جگ بنزار  
ماٹی لاگی دھڑکنیں ، کھڑ کھڑ بے چو دیس

ماٹی آئے کوکھ سے، ماٹی کوکھ بے !  
دھرتی ماتا دھرم ہے، ماٹی کاندیس  
ماٹی جگ کو موہ کے، جاتے ماٹی ننگ  
”گوری سوتے سچ پہ، مکھ پر ڈالے کیس!“  
خسر و کا گر آتما، واصف گر کی بات  
امر کرے پر ماتما، ماٹی دیس بدیس !

## ”کلیم بوذری“

الحذر از حُبِّ ذیہ الحذر

یہ جہاں منزل نہیں ہے بگذر

خوبصورت ہے جہاں رنگِ بُو

کارواں سے ہی بچھڑ جائے نہ تو

کتے ڈارا و سکنہ در کھو گئے

م ل گئے مٹی میں مٹی ہو گئے !

یہ جہاں فانی، فنا کو ہے قیام

اس جہاں میں کس کو حاصل ہے دوام

ڈوب جاتے ہیں تارے، ماہتاب

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

شور فانی ہے مگر باقی سکوت

یہ نفس ہے ایک تارِ عنکبوت !

زندگانی موت کی تصویر ہے !

ہر تمنا پاؤں کی زنجیر ہے



موت سے ممکن نہیں ہرگز مفتر  
نیستی ہستی ہیں دونوں ہمسفر  
کس لیے ہیں آرزو کے سلسلے  
سوچ تہمتی میں گرفتِ فرصت ملے  
کیا رہے گا تو سدا اس جاگلیں  
کیا نہ جائے گا کبھی زیرِ زیں !  
بے کہاں بچپن ترا ماضی کہاں !  
اب کہاں چہرے پہ باقی بُریاں  
تو مسافر بے مسافر بن کے چل  
دقت کے دشوار رستے میں سنبھل  
گھٹنِ ہستی میں آبیگانہ وار  
دیکھتا جان بہاروں کا نکھار  
لاکھ مُرغانِ چین ہوں نغمہ زن  
صوت کے جادو میں کھو جاتے نہ من  
دیکھ چُپکے سے خستہ آؤں کا طلسم  
دیکھ بن کر ایک آئینے کا جسم

برق میں تپکے ہیں یا تپکوں میں برق  
موت دہستی میں ہے بس اتنا ہی فرق  
خرین مستی پہ رکھ اپنی نگاہ!  
اک شرر کافی ہے کرنے کو تباہ!  
تجھ کو جانا ہے جہاں آباء گئے  
جانے والے سب ہی فرما گئے!  
تُو نے دیکھے ہیں جنازے بے شمار  
تُو نے کیا دیکھا نہیں اپنا مزار  
تجھ کو ہنگاموں سے فرصت بھٹے  
غور فرمانے کی مہلت بھی ملے!  
بار پہنائے کتنی تجھ کو اگر!  
جھوم جاتے ہیں ترے قلب و نظر  
جھوٹ ہے تُو صاحبِ عرفان ہے  
اے سگِ دنیا یہی بُہتان ہے  
زر پرستی، زرقانی، زرگری!  
فقر کو سمجھا ہے تُو سوداگری!

تیری شہرت کے لیے بے بندگی  
زندگی کے بعد بھی شرمندگی

تو فقط بے بندۂ حرص و ہوا  
بے خبر تو فتنہ کو سمجھا ہے کیا  
غم نہیں غم میں وہ ہے بے آرزو  
فقر کی منزلِ مسلِ جستجو!  
ہاں گروہِ جستجو کچھ اور ہے

طالبِ مولیٰ کا اپنا طور ہے  
اپنی منزلِ آپ جو طے کر گیا  
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا!  
حُبِ دُنیا ہے تمنائے یزید!

طالبِ دُنیا کینہِ سگِ پلید!  
فقر کیا ہے فکرِ دُنیا سے نجات  
فکرِ عقبیٰ فتنہ کا رازِ حیات  
فقر ہے "الفقر فخری" بالیقین

فقر کے دامن میں مال و زر نہیں

شب چراغ

فقر اور اندیشہ سودو زیاں؟  
اک حسین چہرے پر چھپک کے نشاں؟  
فقر بے بے تابی قلبِ حزین  
فقر اشکوں کے سوا کچھ بھی نہیں  
فقر بے نانِ جویں کی داستاں  
زر پرستی فقر کی حامل کہاں  
فقر تاریکی میں بے روشن دیا  
”فقر کی آواز بے بانگِ درا،“  
فقر کا جامہ گلیم بوذری  
فقر کے بازو میں زورِ حیثِ رری  
فقر قرنی، فقر جامی، فقر روم  
فرش کیا بے عرش پر بے اکی دھوم  
فقر کے لب پر صدائے لا اِلهَ  
اندلس ہو، سندھ ہو، یا کر بلا  
فقر کی مستی کا عالم نسیمِ شب  
حق سے بندے کو ملانے کا سبب

فقر کیا ہے ایک مردِ ویدہ در  
ہر زمان و ہر جہاں سے بانبر  
فقرِ اللہ کی تفسیر ہے  
فقر کیا ہے بجدۃ شبتیر ہے  
فقر ہے چاکِ گریبانِ حیات !  
فقر ہی ہے موجِ بحرِ اسمِ ذات  
فقر کے دم سے ہے قائمِ انجن  
فقر کے در پہ نگوں چرخِ کہن  
فقر جبہ میں ہے نے دستار میں !  
یہ دکانوں پر ہے نے بازار میں  
فقر ملتا ہے نہ جاہ و مال سے  
فقر ملتا ہے نبی کی آل سے !

فقر مل جاتے جسے وہ ہے ولی !  
کون سمجھاتے تجھے و اصف علی

## مے شوق

تری شان بے تریابی، میرا ذوق خاک بازی  
ترے آسماں پہ لاتے مجھے تیری دل نوازی !  
میں نکل گیا خود سے میں جنونِ باخبر ہوں،  
میری زد میں لامکاں بے میرا کام شاہم بازی  
تو بے ساقی زمانہ میں ہوں رندِ جادو انہ  
ہو عطا، متے شبانہ، کہ بھجکے ترا نمازی !  
ترے نقشِ پاکِ حمد میری بندگی کا حاصل  
اسی بندگی سے روحی، اسی بندگی سے رازی

تیری یاد کا ولی ہوں کہ میں و اصفِ علی ہوں !  
نہ نجفی ہوں نہ حبلی ہوں میں ہوں حرفِ بے نیازی

## طاہرِ لاہوتی

میں نعرۂ مستانہ میں شوخی زندانہ  
 میں تشنہ کہاں جاؤں اپنی کہ بھی کہاں جانا  
 میں طاہرِ لاہوتی میں جو سبر ملکوئی!  
 ناسوتی نے کب مجھ کو اس حال میں پہچانا!  
 میں سوزِ محبت ہوں میں ایک قیامت ہوں  
 میں اشکِ نہامت ہوں میں گوہرِ یکہ انہ  
 کس یاد کا صحرا ہوں کس چشم کا دریا ہوں  
 خود طور کا جلوہ ہوں بے شکل کیلیمانہ!  
 میں شمعِ فردزاں ہوں میں آتشِ لرزاں ہوں  
 میں سوزِ شہسوار ہوں میں منزلِ پروانہ  
 میں سخنِ مجسم ہوں میں گیسوتے برجم ہوں  
 میں پُپول ہوں شبنم ہوں میں جلوۂ جانانہ  
 میں اصفِ سبیل ہوں میں مفتحِ محفل ہوں  
 اک ٹٹا: وادل ہوں میں شہر میں ویرانہ

## زندگی

زندگی اپنے لہو کا نام ہے  
 زندگی ہے لذتِ سوزِ دوام،  
 زندگی اک آرزوئے خام ہے  
 زندگی حسرتِ بھری فریاد ہے  
 اشکباری زندگی کا شغلہ  
 پی رہی ہے زندگی اپنا لہو  
 سوزشِ دردِ جگر ہے زندگی  
 اجستبارِ آرزو کا نام ہے  
 زندگی بر حال میں ہے تشنہ کام  
 زندگی زندہ برائے نام ہے  
 زندگی گویا کسی کی یاد ہے!  
 ہر قدم پر زندگی اک مرحلہ  
 لڑتی ہے آپ اپنی آبرو!  
 ایک خوابیدہ عہد ہے زندگی



زندگی اکِ نادستی پڑھنا ہے  
 زندگی ہے ایک گردِ آبِ بلا  
 زندگی ہی زندگی کا ناگ ہے  
 ایک مسافر کا سفر ہے زندگی  
 زندگی بھولی ہوئی منزل بھی ہے  
 زندگی کا ہر فسانہ زندگی !  
 زندگی خود شانہ الہام ہے  
 زندگی فنکارِ نبی مہر ہے  
 دے رہی ہے زندگی ہر دم صدا  
 زندگی آنکھوں کے نم کا نام ہے  
 زندگی ہے ایک گونہ انتظار  
 زندگی ہے آگ میں جلنے کا نام  
 ہاتھ سے جاتے تو لاشہ زندگی ،  
 دل جواں ہو تو جواں ہے زندگی  
 ہے خمِ زلفِ بھگاراں زندگی !  
 زندگی دیکھ بھی ہے مہار بھی  
 گویا رسوائی سہرا بازار ہے !  
 زندگی ہے آپ اپنا ناخدا  
 زندگی پانی میں زندہ آگ ہے  
 پڑ خطر اکِ رگبزر ہے زندگی  
 زندگی ٹوٹا ہوا اکِ دل بھی ہے  
 جانے والوں کا نہ آنا زندگی !  
 فکر میں ڈوبی ہوئی اکِ شام ہے  
 زندگی گرتی جوتی دیوار ہے !  
 "حسرتا و احسرتا و احسرتا"  
 زندگی خاموش غم کا نام ہے  
 بے تہِ ارمی زندگی کا ہے قرار  
 زندگی ہے پھولنے پھلنے کا نام  
 ورنہ ہے ذوقِ تماشا زندگی  
 ورنہ مرگِ ناگہاں ہے زندگی !  
 ہے کبھی جشنِ بہاراں زندگی  
 زندگی آتش بھی ہے گلزار بھی

گاہ یہ خاموش زیرِ خال ہے  
 زندگی شمعِ فروزاں یہ شب  
 زندگی آئینہ اجمال بھی!  
 زندگی گاہے گم گاہے کلیم!  
 یہ کبھی صحت کبھی کوہِ گراں  
 کوئی حصہ ہے یہاں کوئی دباں  
 ہے کبھی یہ بے نیاز جستجو  
 ایک سیلابِ نگر ہے زندگی!  
 زندگی ہے گردشِ جامِ دینو  
 زندگی ہے گردشِ ایام بھی!  
 زندگی ہے شوخیِ تحسیرِ بھی  
 زندگی اک گوہرِ نایاب ہے  
 چاند سے چہرے کا بالا زندگی!  
 داستانِ کن نکاں ہے زندگی  
 ہے کبھی نہیں اور کبھی تو زندگی  
 یوں بجا ہے ہستی کا اندازِ کرہ

گاہ ہستی رہبر و افلاک ہے  
 زندگی ہے اک تہتم زیرِ لب  
 زندگی اقوال بھی احوال بھی!  
 زندگی کی ضرب ہے ضربِ کلیم  
 زندگی ہے ایک بحرِ بے کراں،  
 زندگی ہے اک پریشاں اتاں  
 ہے کبھی یہ ایک حرفِ آرزو  
 گردشِ شام و صبح ہے زندگی  
 زندگی کے زمزمے ہیں چارنو  
 زندگی غریابیِ اجسام بھی!  
 نقشِ فریادی بھی ہے تصویرِ بھی  
 زندگی کیا ہے سہانا خواب ہے  
 آنسوؤں کی ایک مالا زندگی!  
 تہتم بھی جائے تو رواں ہے زندگی  
 ہے کبھی تسلیم کی نحو زندگی  
 زندگی ہے کشتِ تیغِ ستم!

منظس میں بھی گزر کرتی ہے یہ  
زندگی مجھوب کی قربت بھی ہے  
گیسوتے خم دار کا سایہ بھی ہے  
ایک شوخی ہے حیا ہے زندگی  
کامنٹی سی ایک صورت زندگی  
زندگی ہے ایک چشم نہر گیس  
زندگی سہی ہوتی دہن بھی ہے  
ہے نوازش ہائے موسم زندگی  
جگمگاتے آگینوں کے لیے  
زندگی ہے مورد الزام بھی!  
زندگی ہے زخمہ و مضراب بھی  
رقص کرتی ہے سہرہ مرثاگاں کبھی  
اک تماشے تماشائی بھی ہے  
زندگی کا شغل مے نوشی بھی ہے  
زندگی نیشہ نگئی دوداں بھی ہے  
کاسہ ہستی کبھی بھرتا نہیں!

تحت پر بھی سسکیاں بھرتی ہے یہ  
زندگی افسانہ نثر وقت بھی ہے  
زندگی نے خود کو بلایا بھی ہے  
حسن ہے حسن ادا ہے زندگی  
موتی سی ایک صورت زندگی  
زندگی ہے ایک زلف عنبریں  
زندگی ہے نام سادہ فن بھی ہے  
ہے کبھی قند اور کبھی سم زندگی  
زندگی ہے مر جبینوں کے لیے  
مے کدے میں اک سانی شام بھی  
مر مر میں باہوں میں اک سیما بھی  
دم بخود ہوتی ہے یہے جاں کبھی!  
زندگی مشوق بہر جاتی بھی ہے!  
زندگی کا فعل غم پوشی بھی ہے  
یہ رہین منت درباں بھی ہے  
زندگی بھر دل کبھی مرتا نہیں

ٹھوکریں کھا کر بدل جاتی ہے یہ  
 زندگی بے چاک ہو جانے کی خو  
 زندگی اپنے جنوں کا نام ہے  
 موجہ آبِ رواں ہے زندگی  
 زندگی کیا ہے بجز سوزِ دروں  
 زندگی ذوقِ فنا کا نام ہے!  
 لاکھ حیلوں سے گزر کرتی ہے یہ  
 موت تل جاتے تو کوئی غم نہیں  
 نامکمل ہے ابھی تک کائنات  
 ساز کے سینے میں اک آواز ہے  
 زندگی گل میں مثالِ رنگِ بُو  
 زندگی الفاظ میں آتی نہیں  
 اپنی آزادی میں یہ مجسبو ہے  
 کس نے پایا ہے سراغِ زندگی  
 فلسفی سمجھا نہیں مجبور ہے  
 زندگی ساحل بھی ہے طوفان بھی  
 ایک پل میں بھی سنبھل جاتی ہے یہ  
 دامنِ ہستی کیا کس نے رفو؟  
 زندگی آنکھوں میں خوں کا نام ہے  
 زندگی کے درمیاں ہے زندگی  
 زندگی ہے آیہ کلا یحزنون!  
 یہ تیتن حاصلِ اہسام ہے!  
 زندہ رہنے کے لے مرقی ہے یہ  
 درنہ محشر سے یہ ہستی کم نہیں!  
 کر رہی ہے زندگی کچھ تجربات  
 زندگی کیا ہے سراپا راز ہے!  
 جیسے فن میں صاحبِ فن کا لہو  
 رازِ انسانی اسے بھاتی نہیں  
 زندگی رستا ہوا ناشور ہے!  
 زندگی ہے خود چراغِ زندگی  
 زندگی خود زندگی سے دور ہے  
 خود میخا، خود بلاتے جان بھی!

ہاں مگر یہ زندگی انعام ہے  
 زندگی ہے سنگِ در کی آرزو  
 زندگی ہے منظرِ طسلی اللہ !  
 زندگی کا مدعا دیدہ وری  
 زندگی روشن جہیں کا نام ہے  
 زندگی ہے واجبِ مہد احترام  
 خالقِ مطلق کا اپنا کام ہے !  
 خوب ہے خوب تر کی جستجو  
 زندگی کا راز ہے کرب و بلا  
 زندگی کی موت ہے سوداگری  
 زندگی پختہ لیتیں کا نام ہے  
 زندگی ہے انقلابِ صبحِ دشا

یار کے دم سے سلامت زندگی !  
 ورنہ واصف بے قیامت زندگی

شب چراغ

## کاروانِ حیات

کاروانِ زندگی پیہم رواں ہے صبح و شام  
اس فنا کے دیں میں حاصل ہو اکس کو قیام  
پھول جو کھلتا ہے وہ اک دن یہاں مر جھانے گا  
یہ سراتے فانی بے جو آئے گا وہ جاتے گا  
اپنی اپنی منزلوں پر ہیں ستارے گامزن !  
صبح دم خاموش ہو جاتی ہے ساری انجمن  
رات کے دامن سے آگتا ہے نورِ آفتاب  
شام پہنانے چلی آتی ہے سورج کو نقاب !

جھگڑاتی صبح کی تفت دیر کالی شام ہے  
 زندگی کی دھڑکنوں کا موت ہی انجام ہے  
 لکھنے والے نے لکھا، سستی کی قیمت میں زوال  
 ہاں مگر باقی رہے گی ذاتِ ربِّ ذوالجلال !  
 مردِ کامل ہے وہی جو منزلیں طے کر گیا  
 زندگی انس کی ہے جو مرنے سے پہلے مر گیا  
 موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب  
 موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب  
 پیر پیغمبر، ولی، درویش، مردانِ خدا  
 موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا  
 زندگی اور موت ہے اپنی خدا کے واسطے  
 مردِ مومن ہے فقط صبر و رضا کے واسطے  
 سانس کی آری سے کٹ جاتا ہے سستی کا شجر  
 زندگی میں موت سے ممکن نہیں ہرگز مفر  
 حشر برپا ہیں کئی اک جذبہٴ خاموش میں !  
 زندگی سوتی ہے آخر موت کی آغوش میں

شب چراغ

روزِ اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ،  
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ!  
برق میں تپتے ہیں و اصفیٰ تاکہ تپتے تپتوں میں برق  
موت اور ہستی میں کیا سمجھے کوئی انسان فرق!



## نوائے راز

شب انتظار کی بات ہوں نسیم بزم دار کی بات ہوں  
 کسی راز دار کی بات ہوں بڑے افتخار کی بات ہوں  
 کبھی سنگ ہوں کبھی خار ہوں میں کبھی جنون بہار ہوں  
 تری حسرتوں کا مزار ہوں، تھے رنگزار کی بات ہوں!  
 ہوں کسی کی دید کی آرزو، اسی آرزو سے ہے آرزو!  
 ہے ازل سے ایک ہی جستجو میں کسی کے پیار کی بات ہوں  
 میں کسی کی زلف کا ناز ہوں، کسی غزنوی کا ایاز ہوں،  
 کسی میکدے کا میں راز ہوں، کہ نگاہ یار کی بات ہوں!  
 میں صدائے روزِ است ہوں، میں اسی خماریں مست ہوں  
 نہ بلند ہوں نہ میں پست ہوں، کہ وفا شعار کی بات ہوں!

میں غرورِ عشق کی لاش ہوں تیرے سنگِ در کی تلاش ہوں  
 میں دل دجگر کی خراش ہوں کہ میں نوکِ خار کی بات ہوں  
 تو ہی بے نشاں کا نشان ہے، تو ہی ماورائے گمان ہے۔  
 مجھے تیری ذات پر مان ہے، میں نفس کے تار کی بات ہوں  
 تو جی برقِ حُسنِ جمال ہے، میرے اشیاں کا آل ہے  
 یہ فراقِ عینِ دصال ہے، میں چمن کے بار کی بات ہوں  
 میں کسی کا حُسنِ خیال ہوں کہ مصوری کا کمال ہوں  
 میں کسی نظر کا جمال ہوں، کسی برقیار کی بات ہوں !  
 میں نہناں کبھی ہوں شہود میں میں نہ بست میں ہوں نہ بُد میں  
 میں رکوع میں نہ سجد میں، دل بے قرار کی بات ہوں  
 کبھی نقشِ پا پہ گرا ہوں میں، کبھی نزلوں سے درا ہوں میں  
 کبھی اک صدائے درا ہوں میں، کسی اشکبار کی بات ہوں  
 میں بھکوں تو دنیا ہو سرنگوں، میں اٹھوں تو اٹھتی ہے موجِ خوں  
 میں خرد کے بھیس میں ہوں جنوں، کہ میں قصہ دار کی بات ہوں  
 میری ایک آہ کے منتظر، کھڑے بے کسی میں ہیں بام و در  
 سرِ شام چاہوں تو ہو سحر میں ناک سوار کی بات ہوں !

میرا نام زینتِ داستاں، میں کسی کے خن کا پاسباں  
 میں کسی کی بزم کا ہوں نشاں میں دیارِ یار کی بات ہوں  
 میں جلاؤں، دیپ تدم قدم، میرا سر جھکا ہے جنم جنم !  
 میں صنم پرست کبھی صنم، کسی یارِ غار کی بات ہوں  
 میں فنا کی راہ سے دور ہوں میں بقائے شوقِ ضرور ہوں  
 میں مے فراق سے چور ہوں، میں بڑے خمار کی بات ہوں  
 میں کہ شاہبازِ قدیم ہوں، میں نشانِ عنزمِ مصمم ہوں !  
 میں شہیدِ جلوۂ میم ہوں، کسی ”ریگ زاز“ کی بات ہوں !  
 میں نمبر کے دام کا دام ہوں، میں خرد کدے کا امام ہوں  
 میں علی دلی کا غلام ہوں اسی تاجدار کی بات ہوں  
 میرا نام داصفِ باصفا — میرا پیرِ ستیہ مرتضیٰ  
 میرا درد احمدِ مجتبیٰ میں سدا بہار کی بات ہوں

## بندہ و بندہ نواز

بنا چار تنکوں کا آشتیاں کہ تڑپ تڑپ اٹھیں بیاں  
تیری شانِ بندہ نواز کو، میں سمجھ گیا میرے مہرباں  
تیرے جلوہ ہائے قدیم کو مرے دل سے ہے بڑا واسطہ  
میں ترا خیال نہیں اگر تو کہاں اَلت بل کہاں  
میں تری نماز ادا کروں، تو جو محو ذکرِ حبیب میں  
مجھے مل گئیں تیری نکہتیں، مجھے مل گیا تیرا آستان  
تیرا وصل میں فراق ہے، تیرا، بحر میں وصال ہے  
تیری راہ میں جو نکل پڑے، تو مٹا خیالِ جنسِ چنباں

میں ہوں ایک جذبہ بیکراں، میرے پاس رہتی ہیں بجلیاں  
 تیرا اک نشین ذات کیا، میں جلووں دہر کا ہر نشان  
 مرے جلوہ بائے قدیم کو ترے دل سے بے ہی واسطہ  
 کہ میں خود الست۔ میں خود بلی۔ کہ جب میں مری مرا آستان  
 میں نہاں ہوں اپنی ہی ذات میں میں عیاں ہوں اپنی سقائیں  
 میں نہاں کو گاہے عیاں کروں، میں عیاں کو گاہے کروں نہاں  
 جسے چاہوں تخت عطا کروں، جسے چاہوں بخت رسا کروں  
 جسے چاہوں مست دلا کروں، میرا اذن آئیہ کن نکاں!  
 میں ہوں بل، میں ڈبڑ ڈبڑی، مری ہر آدایں بے سڑی  
 میں نہ چشتی ہوں نہ میں قادری، کہ میں ہر جگہ ہوں نہیں کہاں  
 میری شان عالی مقام ہے، مرے میکہ سے کو دوام ہے  
 کہ ہر ایک زند غلام ہے، میری عظمتوں کے ہیں یہ نشاں!  
 میں فلک پر رکھتا ہوں لامکاں، بے زمیں پہ کعبہ ہر امکاں  
 میں بشر کے دل میں ہوں ہرزماں، بے نشاں یہی میرا جلوواں  
 میں نہ طور ہوں نہ کلیم ہوں، میں تو ایک راز قدیم ہوں  
 میں جہاں میں جلوۂ میم ہوں، کہ میں اپنے نور کا پاسباں

مرے شرق، مغرب، جنوب، سب، ہوتے زیرِ سستی یک قطب  
میں حدود میں ہوں نہ اب نہ جب، بے دراعقل مرا جہاں  
میں علیم ہوں میں بصیر ہوں، میں معین ہوں میں نصیر ہوں  
میں چھپوں کہاں کہ خبیر ہوں، بے نظام میرا ہی الاماں !  
ہیں صنم مرے میں صنم تنگن، بے صنم کی مجھ کو بڑی لگن !  
میرا بانگین ہے مری پھین، میں ہری نہ میں ست گراں  
میں نماز شاہ شہید ہوں، میں اسی کا حاصل دید ہوں،  
میں نگارِ حسن مندید ہوں، میں ادائے مت قلندراں  
میں بقائے خود میں بقا ہوا، کہ میں نورِ ارض دسما ہوا  
میں ہی ستر ہر دوسرا ہوا، میرا راز جانے گا تو کہاں !

تو کہاں ہے واصفِ بے خبر مرے در پہ جھکتے ہیں بحر و بر !  
بے بڑی کٹھن مری رگبند، تو کس بھل کے رکھنا قدم یہاں

## یوم شوکتِ اسلام

اے خوشایرم شوکتِ اسلام  
مرحبا کاروانِ بخشِ دوام!  
انبساطِ جنوں ہے مرگِ خرد

رہبرِ شوق کو بقائے دوام!  
موجِ ایساں تڑپ تڑپ اٹھی

فرش تو فرشِ عرشِ زیرِ دام!  
قصرِ عمر پہ ہے یہ ضربِ کلیم

لا الہ کی صدا درود و سلام  
تخیرِ اُمت کی عظمتوں کی قسم!

حق و باطل میں اختلاطِ حرام

شب چراغ

دینِ تسیم میں ٹاٹ کا پیوند؟

خام اذہان کا خیمہ سالِ خام!

آج گونجے فضاؤں میں تکبیر

منہ کے بل آگریں نئے اصنام

نظریاتی حدود پر حملہ؟

جارجیت کا ہے یہی اِستدام

بِجَاهِدٍ دَاوِیِّ سَبِیْلِ رَبِّ عَلٰی

رَبِّ کَعْبَةِ کَادِیْنِ هَے اِسْلَام

گامزن ہو گیا سوادِ غظیم

منزلِ شوقِ خود کرے گی سلام

جوشِ پیہم لہیتینِ مستحکم

لِلّٰهِ الْحَمْدُ آج هَے بزرگام

فتحِ اسلام کی بشارت ہے

سُنْ صَدَاةِ شِکْتِ شِیْثَہِ دِجَام

فخرِ انسانیت ہے دینِ نبیؐ

اور ہم ڈھونڈنے چلے ہیں نظام



جان دے کر ملی ہے آزادی!  
کون ہے اشتراکیت کا غلام  
دین دے کر جو دولت دنیا  
مل بھی جائے اگر مرے کس کام  
ہمتِ محتشم کی شوکت سے  
ہے عیاں آج شوکتِ اسلام

منفعل ہو گئی جبرِ دواصف!  
منتج ہو گیا ہے عزمِ عوام!

## وطن کا مجاہد

اسلام اے عظمتِ شانِ وطن!  
اسلام اے وارثِ دینِ گمن!  
اسلام اے شاہِ بابرِ آسماں!  
اسلام اے لرزہ زارِ وزغن!  
اسلام اے بازوئے مولا علیؑ!  
اسلام اے دستِ حقِ باطل شکن  
اسلام اے مستیِ ذوقِ یقیں  
اسلام اے قوتِ شاہِ زمن!  
اسلام اے پاسبانِ حریت  
اسلام اے حکمتِ دانِ بُت شکن  
اسلام اے دینِ یزداں کے امین  
اسلام اے انفعالِ ابرمن!  
اسلام اے نعمۃ اللہِ ہو  
اسلام اے نورِ امیساں کی کرن

السلام اے جذبہ ذوقِ جہاد  
السلام اے غازی دنداں شکن  
السلام اے شعلہ القارِعَمَا  
السلام اے طاقتِ خیبر شکن  
السلام اے سر فرودش دُسر فرود  
السلام اے سرفرازِ کی لگن!  
السلام اے آبِ شِیرِ عِسیٰ!  
السلام اے جاں نثارِ پنجتن  
السلام اے پاک دامانوں کی آن  
السلام اے خون آلودہ کفن!  
السلام اے استیلاؤ خیر و شر!  
السلام اے حق کے ماتھے کی شکن  
السلام اے تمنائے کلا الہ  
السلام اے جانِ منِ جانانِ من!

السلام اے قلبِ مومن کے جلال  
کیوں نہ ہو و اصف تر اسارا وطن!

## میں کون ہوں بادل ہوں

میں تجھوم کے اُتتا ہوں  
تڑپا ہوں کہ گر جا ہوں  
بیرکھیت پہ برسا ہوں

میں کون ہوں بادل ہوں

بے زلف گھٹا میری  
بے برق ادا میری  
مستحق ہے دریا میری

میں کون ہوں بادل ہوں

میں دُور سے آیا ہوں  
میں دہر پہ چھایا ہوں  
رحمان کا سایا ہوں

میں کون ہوں بادل ہوں

میں پنی کے سمندر کو  
لے آیا ہوں گوہر کو  
سمٹے ہوئے جوہر کو  
میں کون ہوں بادل ہوں!

میں حائلِ مستی ہوں  
میں باعثِ ہستی ہوں  
افلک کی ہستی ہوں  
میں کون ہوں بادل ہوں!

میں جام ہوں میں ساتی  
فانی ہوں نہ میں باقی  
منزلِ مری آفتی  
میں کون ہوں بادل ہوں

پھیلوں تو قیامت ہوں  
سمٹوں تو ندامت ہوں  
میں سوزِ محبت ہوں  
میں کون ہوں بادل ہوں

شب چراغ

پھولوں کی قبب مجھ سے  
میں اُس سے صبا مجھ سے  
ہو پوچھتے کیا مجھ سے  
میں کون ہوں بادل ہوں!

سرد کی ادا لایا۔!  
منصور کا دل پایا!  
سرمایہ گراں مایا!  
میں کون ہوں بادل ہوں!

گہ غش نشیں ہونا  
گہ زیر زمین ہونا  
ہونا بے کہیں ہونا  
میں کون ہوں بادل ہوں!

ہر سمت کو جاتا ہوں  
ہر رنگ میں آتا ہوں  
روتا ہوں روتا ہوں

میں کون ہوں بادل ہوں

مستی میں اگر آؤں !  
میخانے بساجاؤں  
خود رو کے رُلا جاؤں  
میں کون ہوں بادل ہوں  
طوفان ہوں حمل ہوں  
رستہ ہوں کہ منزل ہوں  
میں واصفِ بادل ہوں  
میں کون ہوں بادل ہوں

## مُساوہ

فرزداں انجمن سے جا رہا ہوں  
شبِ تاریک سے گھبر رہا ہوں  
مجھے اک سانس نے گل کر دیا ہے  
میں طوفانوں میں بھی جلتا رہا ہوں  
ادھوری داستانِ زندگی کو!  
سکوتِ مرگ میں دُہرا رہا ہوں  
برن کی چار دیواری کے اندر،  
میں اپنی روح چنوتا رہا ہوں!  
ہر اک انسان سے تھا پیار مجھ کو  
میں ہر انسان سے ڈرتا رہا ہوں  
جہاں پتھر بستے تھے وہاں بھی،  
مثالِ آئینہ رہتا رہا ہوں!  
میں دریا کی جواں موجوں کے اندر  
نہ پوچھو کس قدر پیسا رہا ہوں



بزرگ قطرہ شبنم گلوں پر !  
 کمال ضبط سے ٹھہرا رہا ہوں !  
 نگاہوں کے پھیلنے سازو ساز کو ،  
 میں اک دیوانگی کتارا رہا ہوں !  
 چمن کی بے زباں کلیوں کے دل میں  
 میں دھڑکن کی طرح سہارا ہوں  
 گلوں کے چاک بھی دیکھے ہیں میں نے  
 میں کانٹوں سے بھی وابستہ رہا ہوں !  
 بچھا کرتی تھیں جو رستے میں میرے  
 میں ان نظروں سے بھی گرتا رہا ہوں  
 جفا پروری بیولوں سے ہمیشہ ،  
 دنگ کے تذکرے سناتا رہا ہوں  
 میں بہرہ مزاج سے دامن بچا کر !  
 اکیسے راستہ چتا رہا ہوں !  
 سفر درمیش تھا صحرا کا مجھ کو ،  
 میں اپنے ساتے سے بچتا رہا ہوں

نگاہوں کی صدائیں بھی سُنی ہیں،  
دلوں کا حال بھی پاتا رہا ہوں  
مجھے سورج سے بھی نسبت ہی ہے  
میں کڑوں کی طرح بکھرا رہا ہوں  
فلک سے ٹوٹنے والے ستارے  
میں خاکِ راہ سے پختا رہا ہوں  
کسی غم کا بنا ہوں میں نوالہ!  
کسی غم کو میں خود کھاتا رہا ہوں  
جنہیں میں نے کبھی اپنا نہ سمجھا،  
انہیں میں یاد بھی کرتا رہا ہوں!  
سبب پوچھو نہ اس بیگانگی کا!  
نہ پوچھو کس لیے تنہا رہا ہوں  
مجھے فطرت نے سچّی چشمِ بنیا،  
میں رنگوں کی صد اُنتار رہا ہوں!  
کسی دل کی بچھا کر آگِ واحصاف!  
میں اپنی آگ میں جلتا رہا ہوں!

## راتیں جفا کا تصور اتنے خاکہ

شرحِ دلیل ہیں گیسے مضبر راتیں،  
نصرتِ دینِ محمدؐ کی پیسبر راتیں  
ایسی راتوں میں بنا کرتی ہے تاریخِ اُمم  
لا اللہ کہہ کے ابھرتی ہیں اُفق پر راتیں  
ایسی راتوں کے اندھیروں کو اُجالوں کا سلام  
نورِ ایمانِ یقین سے ہیں منور راتیں!  
ایسی راتوں میں چلا کرتی ہے شمشیرِ علیؑ  
خونِ کُفّار سے تر ہوتی ہیں خود سر راتیں  
ایسی راتوں میں ملا کرتا ہے منزل کا سلام  
شبِ اسری کی قسم دن سے ہیں بہتر راتیں  
ایسی راتوں میں شیاطین کے سر کٹتے ہیں  
صفِ اعداء کو اُلٹ دیتی ہیں خنجر راتیں

پیڑ چُپ چاپ، مکاں بند، فضائیں ساکت  
بارستاؤں نے گوندھے ہیں پردہ کراتیں  
موج حیرت ہے فلک اور زمیں ہے خاموش  
خرمن کفر پہ اُتری ہیں یہ آہگرا تیں  
ایک مدت سے نگہ ڈھونڈ رہی تھی ان کو  
آج آئی ہیں بہت دُور سے چل کر راتیں  
ایسی راتوں میں قریب رگِ جاں ہے کوئی  
شانہ دل پہ پریشاں ہیں بکھر کر راتیں  
صف شکن شیر جوانوں کی جوانی کی تسم،  
دیکھنے آتی ہیں سلام کا شکر راتیں  
ذرے ذرے کے جگر سے یہ صدا آتی ہے  
اُدھ کر آئی ہیں تطہیر کی چادر راتیں!  
جامِ دمیں نالیے آتی ہیں شہیدوں کے لیے  
متے خونِ ناب کے پردے میں ہیں کوثر راتیں  
میرے شہباز مجاہد میرے جانناز جواں،  
مُسکراتی ہیں ترے دیکھ کے تیور راتیں!

تو اکیلا نہیں میدان میں بیدار کہ آج  
ہم بھی کرتے ہیں بسر بھینک کے بستر راتیں  
باعثِ شکر کہ افلاک سے چل کر آتیں !  
اپنے بازو میں لیے قوتِ حیرتِ راتیں  
یا علیؑ کہہ کے جھپٹنا بے صفِ بعدا پر !  
کاٹنے آئی ہیں کُفّار کے شہپر راتیں  
حشر تک یاد کرے گا انہیں کافِ دشمن  
اپنے پہلو میں لیے بیٹھی ہیں محشر راتیں !  
صبح لاتے گی ابھی فتحِ مبسوس کا مُژدہ  
آئی ہیں نُور پہ ہونے کو سچا اور راتیں !  
چشمِ بینا سے ٹپکتے ہیں جو آنسو و اصف  
انہی اشکوں کو بنا جاتی ہیں گوہر راتیں !

## ”جنون و خرد“

خرد کا اصل یہی ہے کہ ہے ربیبہ و لعین  
جنوں کا اصل ہے مشکل کشا، امیر و معین  
جنوں کہے نہ انا الحق تو پھر جنوں کیا !  
خرد یزید، جنوں سیدِ امامِ مبس  
”خرد کے پاس خبر کے سوا نہیں کچھ اور“  
جنوں مگر ہے، دو عالم کا لازردار و امین

خردِ حدوث میں پابندِ حادثِ وفانی  
 جنوںِ قدیم ہے قائم ہے صورتِ لئیں  
 خرد کے پاس ہے انبساطِ دولتِ دُنیا  
 جنوں کے پاس فقط آہِ و نالہ، نانِ جویریں  
 خرد کا زورِ جماعت کے دست و بازو پر  
 جنوں کے پاس بڑا راز ہے کہ خاک نشیں  
 خرد کے دل میں ہے کھٹکا غریب ہونے کا  
 جنوں کو درد کی دولت سے مل گئی تسکین  
 خرد بتائے کہ کعبہ ہے کس لیے عزمِ پوش  
 جنوں بتاتے کہ ہے کون اس مکان کا کہیں  
 خرد نہ جانے کہ کعبہ ہے خود امامِ جہاں !  
 جنوں کی راہِ سیاہِ پوش ہے عزمِ مسکین  
 خرد ہے متاثر اصلاحِ مابِلِ ترمیم  
 جنوں کو خبر ہے کہ اس کو نہ کیجئے تلقین  
 خرد ہوتی ہے پریشاں کہ آگِ روشن ہے  
 جنوں خستہ لیل ہے بارہ، سلاہتی پہ یقین

خرد نے پایا ہے تسخیرِ کائنات کا راز،  
 جنوں بلند، فساد بقا بھی زیرِ نگین!

خرد خلاؤں کو بے آسِ چیل پڑی لیکن،  
 جنوں کے پاؤں کے نیچے بے جوہر تسکین

خرد کو رازِ انا الحوتی پہ برہمی جا آرز  
 جنوں یسبحِ اللہ کے راز کا ہے امیں

خرد کے لب پہ تہی لآ اِلہ اِلَّا اللہ!  
 جنوں یہ کتا ہے دل اس کا ہم زبان نہیں

خرد کا جامہ ہے رنگین اور قبا عالی،  
 جنوں کے جسم پہ کاغذ کا پیرہن بھی نہیں

خرد کی بات نہ تھی جب ملا وطنِ مہم کو  
 جنوں ہوا تھا مہاجرِ وطن سے دُور کہیں

خرد کی چال تھی تقسیمِ خون کی گویا!  
 جنوں تھا جذبہِ ایثار میں سراپا یقین

خرد نے قافلے کوٹے تو بن گئی تاریخ  
 جنوں کا حرفِ شکایت بھی ہم کو یاد نہیں



خرد سے کام نہ لو ، لالہ کے متوالو  
 جنوں کو کام میں لاؤ مزید وقت نہیں  
 خرد سنبھالتی پھرتی ہے چار تنکوں کو  
 جنوں ہے برقِ تپاں چھوڑے لاکھ تک بھی نہیں  
 خرد کے علم میں جو گا کہ در پہ دشمن ہے  
 جنوں بھی خوب سمجھتا ہے کارِ دشمن دیں  
 خرد کی دنیا مستاع العروہ ہے بے شک  
 جنوں کا گزرنے کا خرد کا یوم الدین  
 خرد جنوں کے نشیب و فراز کیا جانے  
 جنوں کے اپنے ہیں افلاک اس کی اپنی زمین  
 خرد نے کر دیا اقبال کو حرمِ بینزار  
 جنوں نے مردِ تلندر کو کر دیا شاہین  
 خرد بیرسٹر دسر ڈاکٹر ابو جہاودید!  
 جنوں ہے نالہ شبِ گیرِ فستِ گوشہ نشین  
 خرد نے خوب پڑھے ہیں علومِ شرق و غرب  
 جنوں بغیر مگر صورتِ مسترار نہیں!

خرد نے بات نہ بدلی تو کیا خرد مندی  
جنوں کو جنبشِ شرگاں کبھی گوارا نہیں  
خرد کے سجدے سوتے کعبہ ہمہ دانی  
جنوں کا کعبہ ہے کعبے کا کعبہ یا رحمتیں  
خرد گھنٹہ، تلفِ خرد، غمِ دور کی بستی  
جنوں کے پیچھے ہے چاکِ جامہ تمکیں  
خرد بنامِ خرد اکھا رہی ہے نذرانے!  
جنوں بے دشمن ہر خرقہ پوش و رنبرن دیں  
خرد نے سبھا ہے تقسیم کا سوال جسے  
جنوں ھے ضربِ یالٹی ہو نہ جیس بہ جیس  
خرد خیال سے پائی ہے بددماغوں نے ،  
جنوں بے فیضِ نظر، بے نظر، ملے نہ کہیں  
خرد کا راج پر پھوی کا راج ہے گویا!  
جنوں ھے غوری جنوں خواجہ بین الدین  
خرد بے دیکھ کے حیراں جنوں کی لاٹ بلند  
جنوں ہے کشتہ تسلیم خواجہ قطب الدین

خرد کی بستی اجود صحن کی راجدھانی ہے  
 جنوں پاک تین ہے جنوں منسیر الدین  
 خرد نے دیکھا جنوں کا جمالِ شاہانہ!  
 جنوں ہے خسرو جنوں خواجہ نظام الدین!  
 خرد ہے کیستہ خرد کا مزاج پرویزی  
 جنوں کا نام ہے ہیں بے کسیر شیریں  
 خرد کے دام میں آیا منسیر کیوں کا جہاں،  
 جنوں کو ڈھونڈنے نکلے ہیں پاسکیں جو کسیں  
 خرد زباں سے کرے رام رام یا میں!  
 جنوں کلیم ہے ظاہر میں گوزبان نہیں!  
 خرد کے بعد بنا ہے جمالِ تبریزی  
 جنوں سے قبل تھا ردیٰ فقط جلال الدین  
 خرد سے پوچھ نہ افسانہ عنم شبیر!  
 جنوں شہید شہادت جنوں بغیر نہیں!  
 خرد کے بھیس میں آنے کو ہے خرد جمال!  
 جنوں امام جہاں آکر باہے دیر نہیں

شب چراغ

خرد کے پُرزے اڑیں گے دجورا مکاں میں  
جنوں کے حکم سے باہر نہیں مکان دیکیں

خرد کو ہونا ہے رُوائے ہر جہاں و آصف  
جنوں کی صُبحِ درختاں، جنوں کی شامِ حین

گشتگانِ خجستہ تسلیم ہیں لوح و قلم  
بے اجازت کس کی بمت بے اٹھتے اک قدم

خرد کی موت جی ہے جنوں کا پہلا قدم  
خرد حدیثِ خوشی ہے جنوں فسانہِ غم  
جنوں کو ایک ہی قصہ کہ غم ہے ہر دم  
خرد کو حسنِ طلب، ہر ستم ادا تے کرم

خرد صحرایِ سستی ہے جنوں قلم کی مستی ہے  
جنوں گنجِ گرانا یہ خرد کی بات سستی ہے  
خرد ڈوبی تفکر میں جنوں انکار کی جنبش!  
جنوں حکمت کا موتی ہے خرد جس کو ترستی ہے

شب چراغ

## دور کی آواز

آ رہی ہے یہ دُور سے آواز  
بن کے آیتنہ دیکھ رنگِ طلسم  
کوئی صورت ہے اور نہ کوئی جسم  
ایک آہٹ ہے ایک سایہ ہے  
کوئی احاس بن کے آیا ہے!

میں کہاں ہوں، مجھے نہیں معلوم  
میں نہ موجود ہوں نہ ہوں معدوم  
پھیلتا ہوں کبھی سمٹتا ہوں  
بامِ دور سے کبھی پٹنتا ہوں

## شب چراغ

گاہ قلم ہوں گاہ قلم ہوں  
گاہ ذرہ ہوں گاہ صحرا ہوں  
مجھ سے ملنے کو منہ نہیں پتہ  
اٹھ رہے ہیں مری نظر سے حجاب

حاصلِ زلیت اشکباری ہے  
عُسرِ رورو کے ہی گذاری ہے  
مجھ کو اُلفت نہیں کسی سے مگر!  
میری نظریں ہیں سارے چہروں پر  
زدیں ہوتے ہیں گاہ یہ افلاک!  
گاہ میں دم بخود ہوں مشعلِ خاک  
جھومتا ہوں میں جوش میں آکر  
پتے ساقی کو ڈھونڈتا ہے سر!  
سردی تے کے جام پیتا ہوں،  
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں!

شب چراغ

گاہ پر بربت بھی چل کے آیا ہے  
میرا سایہ کبھی پر آیا ہے !  
میرے احساس میں بے طغیانی  
میرے انکار میں بے جولانی !

بند کلیوں کو ٹٹتے دیکھا  
یہ شگوندہ بھی پھوٹتے دیکھا !  
میں نے مڑھاتے پھول دیکھے ہیں  
مُسکراتے بول دیکھے ہیں !  
برق کو آشیاں میں پایا ہے  
چار تنکوں کو خود جلایا ہے  
دجر میں آگے ہیں زاغ دُزَن  
گرگسوں کو بوئی چمن کی لگن  
اب عنادل چمن میں بے گل ہیں  
دُشتوں کے اُڈتے بادل ہیں



آج گلشن میں سب لٹیرے ہیں  
گھات میں چار سواندھیرے ہیں  
ذوقِ حیرت نہیں جبینوں میں  
نورِ ایماں نہیں ہے سینوں میں!  
جل رہے ہیں چراغِ مدہم سے  
ٹٹھانے لگے ہیں اب غم سے  
اب بہاریں کہاں خزاں نہ رہی  
جل گئی شاخِ آشیاں نہ رہی  
گلِ دلالہ و زگس و سوسن!  
چاک ہیں آج سب کے پیراہن  
سروِ قامت بھی سرنگوں ہے آج  
دردِ پہلے سے کچھ فزوں ہے آج  
کبک تسمی و عندلیب، چکور  
آج گم نم ہیں جیسے تختی گور!  
ہم نے سیپنچا لہو سے جو گلشن  
حسرتوں کا وہ بن گیا مدفن!

سب کو بے اقتدار کی خواہش  
ایک، دو کیا، ہزار کی خواہش  
حاکم وقت جو بھی آتا ہے!  
خواہش ذات ساتھ لانا ہے  
یہی کتنا ہے، ہر غرض کا غلام  
بھاڑ میں جاتے مملکت کا نظام  
جو بھی ہوتا ہے آج ہونے دو  
بہتی گنگائیں ہاتھ دھونے دو!  
کون سمجھے گا مری چالوں کو،  
مہول جاؤ گے باکمالوں کو!  
بھوٹا سکہ بھی میرا چلتا ہے  
صیدم بھی چسداغ جلتا ہے  
راج دھانی میں راج ہے میرا  
تخت میرا ہے، تاج ہے میرا  
میرے ہنڈے ہوا میں لہراتے  
میری ہیبت کے چھاگتے ساتے

میری دنیا، غرور کی دنیا  
کیف دستی، سردی کی دنیا!  
میری دنیا میں تذکرہ میرا،  
میری دنیا ہے نفس کا ڈیرا!  
میری دنیا میں کیا نہیں ہوتا  
کاٹا دہ ہے جو نہیں ہوتا!  
مجھ کو اسلام سے محبت ہے  
مے پرستی سے بھی تو رغبت ہے  
میری دنیا خسرو کی عیاری!  
اب سیاست بنی ہے مکاری!  
یہ زمین ہو گئی ہے میرے نام  
آسمان تک چلے گا مرا نظام  
تھی یہ مدت سے آرزو میری  
لائی منزل پہ جستجو میری!  
کوئی فردا نہ کوئی ماضی ہے .  
حال کی سب کرشمہ سازی ہے

ہر ستارے کا رہگذار الگ!

تیرے میرے ہونے مزار الگ

سُن رہا ہوں میں دُور کی آواز

میرے آنکوں میں بے ضیاعے سحر

چشمِ تر کر گئی ہے دیدہ دور

رنگِ بدے گا اب زمانے کا

دقتِ باقی نہیں فسانے کا!

منفصل ہے خردِ خُدا رکھے

آبِ جنوں کا مزارِ ذرا چمکتے!

اب فسانے کا ہے نیا عنوان

ایک شعلے کا منتظر ہے جہاں!

ہے ابھی دقتِ ہوشِ گر آتے

بازیِ بگڑی ہوئی ستور جاتے

جاننا ہوں کہ بے نیاز ہے تُو،

بھ کر کیسا فکرِ کار ساز ہے تُو

تو جو چاہے تو زندگی آئے !  
 درزن خرمین ہی برق ہو جائے !  
 تیری رحمت کا انتظار کروں  
 کس طرح اپنا بیڑا پار کروں ؟  
 تو سیمین و بصیر ہے مولا !  
 تو معین و نصیر ہے مولا  
 تو اگر چاہے بات بن جائے  
 درزن ہاتھوں سے یہ چمن جائے  
 اس پسین پر ذرا نگاہ کرم !  
 سر کو کرتا ہوں تیرے نام پہ خم  
 مرجا حُسنِ شانِ بیکت تہی  
 تو تماشا ہے یا تماشا ہی !  
 کیا نہ آئے گی اب ضیائے سحر  
 کیا بیٹھتا رہے گا ذوقِ سحر  
 ایک آہٹ کا منتظر ہوں میں  
 اور ہر شے سے بے خبر ہوں میں

سُن رہا ہوں میں دُور کی آواز

یہ خرد کی ہے جملہ آرائی

ہم کو آزادی راس کب آتی؟

جاگتے ہیں خرد کے میخانے

سورپے ہیں جنوں کے کاشانے

کتنی سادہ ہے تہت بیضا

عقل پر پڑ چکا ہے پردہ سا!

یہ ہے اسلامی مملکت بھائی

اس کو کہتے ہیں عالم آرائی

کیوں حقیقت بنی ہے افسانہ

کوئی اپنا ربا نہ بے گانہ!

بوعلیؑ بے نہ آج ہے شہباز!

کوئی مٹا نہیں مرا ہمراز!

بزمِ اغسیار تک رسائی ہے

چشمِ بیناتریِ دہائی ہے!

رُخ سے پردہ اٹھا کہ وقت آیا  
اپنا جلوہ دکھا کہ وقت آیا!  
خود فریبی ہے یا خود آگاہی  
ڈھونڈتا ہے تجھے تیرا راہی  
صحن گلشن میں آبرنگ بہار  
ہوں وہی سبزہ گل و اشجار  
واسطہ تجھ کو تیری عظمت کا  
سہوت و ہیبت و جلال کا  
چھین غاصب کے ہاتھ سے تبت  
ہم غریبوں کی بن کے آقمت  
اپنے بندوں کو باخبر کرے  
دھڑکنیں دل کی تیز تر کر دے  
تجھ سے تیری نظر کو مانگا ہے  
آہ نے اب اثر کو مانگا ہے

بے نیاز وجود، نورِ تیرم  
تو غنمی درونِ درانی لعلِ عیال  
بُتھ کو زیبا ہے بے نیازی مگر  
اپنے بندوں پہ ہو کرم کی نظر  
واسطہ عاجزی کا دیتا ہوں  
بے بسی بے کسی کا دیتا ہوں !  
آج اک بات لب پہ آئی ہے  
کیا یہی رسمِ آشنائی ہے !  
اس جسارت پہ ہونہ تو برہم  
بُتھ کو گیسو سے مصطفیٰ کی قسم !  
جانِ عالم ذرا قریب تو آ،  
دیکھنے خانہٴ عنبرِ تیر تو آ !  
رُخ پہ پردہ گرانے والے آ  
مُٹھ کو اپنا بنانے والے آ !  
گرم آنسو تھے بُللاتے ہیں !  
ہم چراغِ دُعا جلاتے ہیں



آخریوں کا دل کشادہ ہے  
جانِ جاں بول کیا ارادہ ہے؟  
تجھ سے ملنے کی آرزو بھی ہے  
اپنا انجام روبرو بھی ہے  
تیرے گلشن میں رنگِ دبو تجھ سے  
تیرے صحرا کی آبرو مجھ سے!  
غصم زدہ کائنات میں تنہا،  
گم ہوں میں تیری ذات میں تنہا  
دمِ عیسیٰ ہے ایک نعرہ ہو  
میں فقط میں ہوں اور تو ہے تو  
تُو نے بچھا مجھے بڑا اعزاز  
تُو نے مجھ کو بنا لیا، مہراز!  
کیا بتاؤں تجھے بتا نہ سکوں  
پانا چاہوں تجھے تو پانا نہ سکوں  
تُو حقیقت بھی ہے گماں بھی ہے  
تُو عیاں بھی ہے، تُو نہاں بھی ہے

## شب چراغ

دارتیرا ہے یار تیرا ہے  
عشق باقی رہا سو میرا ہے  
تیرے ہی فن کا شاہکار ہوں میں  
تُو بے مخفی تو آشکار ہوں میں!  
اپنی ہستی میں گوئیں خاک کی ہوں  
ہوں تو مٹی مگر بلا کی ہوں!  
نام میرا ہی اشکِ فرقت ہے  
دور رہ کر بھی تجھ سے قربت ہے  
کون ہے تُو بھلا کہاں ہے تُو  
ماورائےِ حادث ہاں ہے تُو  
تُو نے بختا ہے مجھ کو قلبِ سلیم  
کیوں نہ ہو تیرا فیصلہ تسلیم!  
تو میرے پاس کب نہیں ہوتا  
گشتہ میں بے سبب نہیں ہوتا  
پھر بھی مجھ سے تُو ہم کلام نہیں  
رَبِّ اَرِنِ مِرَامَتِمْ نَہِیْ

"نخنُ اقرب" نظر سے دور نہیں  
انکساری ہے یہ عذر نہیں  
میرے سر پر ترا ہی سایا ہے  
تُو نے مجھ کو بہت رُلایا ہے!  
دلِ مہجور کی دُعا سن لے  
اپنے بندے کی التجا سن لے!  
سرنگوں ہونہ جاتے آنِ وطن!  
کس نے چُپ ہیں پاسبانِ وطن؟

وہ زمانہ بھی کیا زمانہ تھا،!  
تجھ سے ملنے کا اک بہانہ تھا!  
یہ وطن تیرے نام پر تھا بنا  
جانِ عالم تجھے بھی یاد ہے کیا؟  
بات گل کی ہے کب پُرانی ہے  
اک حقیقت تھی اب کہانی ہے

یہ حقیقت تھی اِعتبار کی حد  
جذبۂ لالہ پیا کی حد  
وہی، جسیر چھوڑ آتے ہیں  
آج ہم لوگ ہی پرانے ہیں  
موج در موج قافلے آئے،  
نام تیرا فقط بچا لاتے!  
جان و عزت کے ساتھ مال گیا  
دلِ مجبور بنس کے ٹال گیا  
اب نزیب الدیار گھر میں ہیں!  
منزلیں آج بھی سفر میں ہیں  
کیا کریں ہم بنا کہاں جاتیں،  
ہم جہاں سے چلے، وہاں جاتیں

میرے غم خانہ خیال میں آ  
خُنِ کامل ذرا جلال میں آ

## شب چراغ

آبھی جا اس غریب خانے میں  
عمر گزرے نہ آزمانے میں!  
آج ہم اشک بار بیٹھے ہیں  
موصدا انتظار بیٹھے ہیں!  
ہو چکا جو ہوا، ہوا سو ہوا!  
آب گر ہے مزاج بدلا ہوا!  
چاہتا ہوں کہ راز افشا ہو!  
تیرا ہلکا سا گرا اشارہ ہو  
گر اجازت ملے کروں اعلان  
کانپ جائیں گے جس سے یہ ایوان  
کہہ رہی ہے یہ دُور کی آواز  
آج ان ناخداؤں سے کہنا  
جھوٹے ان پارسوں سے کہنا  
رُخ ہواؤں کا اب بدلتا ہے  
آنے والا کسی سے ملتا ہے؟

## شب چراغ

ٹوٹنے کو خسر دکا ہے انہوں  
چاند تاروں پہ بے کندہ جنوں !  
شیشہ و جام اب نہیں درکار  
آنے والا ہے کوئی جان بہار  
بے شہیدوں کی سرزمین یہ وطن  
اب سلامت رہے گا یہ گلشن  
اس وطن پر نگاہ ہے اُس کی  
یہ زمیں جلوہ گاہ ہے اُس کی !  
دین کو جس نے نور عین دیا !  
یعنی اپنا جگر حسین دیا !

سُن رہا ہوں میں دُور کی آواز

اک نیا مسرکہ بپا ہو گا !  
کیا بتاؤں میں اور کیسا ہو گا !  
اب جڑوں ناظم چمن ہو گا !  
چاک دامان مکر دفن ہو گا !

راہبر ایک دیدہ در ہوگا  
رازِ پنہاں سے بانجبر ہوگا  
بن کے ابر بہار آتے گا  
دافعِ انتظار آتے گا ، !  
زنگ آ کر فضا میں بھرے گا  
جتنے مشکل ہیں کام کر دے گا!  
پھر نہ ہوگی یہ روز کی تقسیم!  
ہو سکے گی نہ دین میں ترمیم!

آنے والے کمال کے دن ہیں  
عظمتِ ذوالجلال کے دن ہیں

## بِحُضُورِ اِقْبَالِ

السلام اے بتِ اسلامیہ کے جاں نثار  
السلام اے پیرِ روحی کے مُریدِ یادگار  
وہ تصور جو تجھے رکھتا تھا یہ ہم بے قرار  
اس تصور کا کیلے کس نے دامن تار تار  
رنگِ دُبو میں اڑ گئی ہے اُس چمن کی آبرو  
جس چمن میں تھی ترے نعمت سے فصلِ بہار  
آرزو کا مدعا کیا تھا؟ شکستِ آرزو؟  
کارواں کو کیا ہوا حاصل بجز گرد و غبار  
کس کی غفلت سے شکستہ ہو گئے جامِ دُبو  
میکدے کا میکدہ کیوں ہو گیا ہے سوگوار  
آہ اے اقبال تو واقف نہ تھا اس راز سے  
اس وطن کے راہِ ہمسار تجھ کو کریں گے شہسار



لا الہ کے دم سے تھا میرے دطن کا اتحاد  
 لا الہ کو چھوڑنے کا ہے نتیجہ انتشار!  
 اے خودی کے رازداں نہ یاد ہے فریاد ہے  
 بکڑے بکڑے ہو گیا تیرا لوکھا شاہکار!  
 اے شریکِ زمرہ لایحزن نون تو ہی بتا،  
 نوجوانانِ چین کیوں ہو گئے ہیں اشکار  
 افتخارِ ملک و ملت شاعرِ اسلام من!  
 یاد کرتے ہیں تجھے لاہور کے لیل و نہار  
 شمعِ آزادی جو تیری فکر سے روشن ہوئی  
 عزمِ تازہ مانگتی ہے حریت کی یادگار

کیا کہے واصف کہ یہ اقبال کا پیغام ہے  
 ہوشیار اہل جنوں، اہل خرد سے ہوشیار

## قائد اعظم

بے رنگ ہوتے سرسبز من قائد اعظم  
ہم بھول گئے عہدِ کُن قائد اعظم  
اُڑتے ہیں یہاں زاغ و زغن قائد اعظم  
اُس قوم نے اور صابے کفن قائد اعظم  
دنیا بھی ہے فنِ مین بھی فن قائد اعظم  
ہے زار و زبوں ارض وطن قائد اعظم

آدیکھ ذرا رنگِ حین قائد اعظم  
تنظیمِ انہو ہے نہابِ عزم و عین ہے  
گلشن کی تباہی کا سماں پیشِ نظر ہے  
بخشا تھا جسے تُو نے اُجالوں کا بادہ  
پاکیزہ سیاست زمامت رہی باقی  
نشاہیں کیلئے موت ہے گرس کی غلامی

وہ رنگ دکھاتے ہیں نئے شیشہ گروں نے  
 تو نے ہمیں بخشی تھی جو آزادی کی دولت  
 یہ زخم بھرے گا تو عدد کبھی لہو سے  
 کیا تجھ سے کریں گردِ شلِ فلاک کا شکوہ  
 اُٹھے ہیں وہاں گنگ و جمن قائدِ عظیمؒ  
 اُٹھے ہیں وہاں گنگ و جمن قائدِ عظیمؒ

اصنام پرستوں کے لیے صبحِ مُسرت؟

و اصف کے لیے رنج و جمن قائدِ عظیمؒ

شب چراغ

## دُعَا

- الہی واسطہ رحمت کا تجھ کو
- الہی واسطہ وسعت کا تجھ کو
- الہی واسطہ عظمت کا تجھ کو
- الہی واسطہ قوت کا تجھ کو
- الہی واسطہ شوکت کا تجھ کو
- الہی واسطہ عزت کا تجھ کو

خطائیں بخش دے ساری الہی  
 مصیبت سر پہ بے بھاری الہی  
 ہر اک سینے میں دل گھبرا رہا ہے  
 کہ شیرازہ بکھرتا جا رہا ہے !  
 احمق ہو رہی ہے پارا پارا  
 سہارا دے سہارا دے سہارا  
 خطاؤں سے ہماری درگزر کر !  
 علاج سوزشِ داغ جگر کر !  
 حادثہ پر حادثہ آ رہے ہیں  
 کیے پر اپنے ہم پھپھتا رہے ہیں  
 جو خامی ہے ہماری دُور فرما،  
 دعاؤں میں اثر دے میرے مولا !  
 وطن کی جان ہی پر بن گئی ہے ،  
 بڑی دولت تھی ہاتھوں سے لٹی ہے  
 چھٹا امید کا ہاتھوں سے دامن  
 جلی کچھ اس طرح سے شاخِ گلشن

بلا تے ناگہاں نازل ہوتی ہے  
ہر اک سینے میں جاں بے گل ہوتی ہے  
زمانے بھر میں ہم رُسا ہوتے ہیں  
ہمارے تذکرے کیا کیا ہوتے ہیں  
ہوتی ہے کُفر کی یلغارِ ہم پر  
ہماری کیوں چلی تلوارِ ہم پر  
قیامت ہے قیامت آگئی ہے  
ننگہ انکار کی پتہ آگئی ہے  
کہیں اقصیٰ کا ماتم ہو رہا ہے  
کہیں حصہ بدن کو رو رہا ہے  
کہیں اخبار کی سرخی جی ہے!  
کہیں دوشیزگی ٹوٹی گئی ہے!  
کوئی بچہ کہیں اغوا ہوا ہے!  
مرے مولا ہمیں کیا ہو گیا ہے  
کہیں گھر کو جب لایا جا رہا ہے،  
کہیں بھاتی کو بھاتی کھا رہا ہے!

وطن میں گل کھلاتے جا رہے ہیں  
نئے عنوان لاتے جا رہے ہیں  
کوئی تحریک کا پیغام بر ہے  
کوئی دشمن کا منظورِ نظر ہے!  
کسی کو غیر سے امداد آتی!  
دہائے بے دہائے بے دہائی!  
محافظ دین کے پیرانِ جعلی!  
لبادے اوڑھ کر بیٹھے ہیں خالی!  
غریبوں کی کھائی کھا رہے ہیں!  
توکل کا بیسال فرما رہے ہیں  
نہ راہی ہیں نہ رستہ آشنا ہیں  
بزعیمِ خویش پتے رہ سنا ہیں  
مگر بے رسم کے قابلِ مسلمان  
کہ تیرا نام لیوا ہے یہ ناداں!  
مسلمان کو مسٹایا جا رہا ہے!  
نگہبیاں کو مسلایا جا رہا ہے!

بگوشہ شکوہ نہیں یہ البتہ ہے،  
مسلمانوں سے کیوں ناراض سلجے  
الہیے یا الہیے یا الہیے !  
ہوئے مجھوس کیوں تیرے سپاہی!  
مسلمان کو عطا کر مہرِ رازی !  
کہ غازی لے کے آتیں اپنے غازی  
مسلمان کو بنا سچا مسلمان !  
بنے اب غیب ہی سے کوئی سامان  
مسلمان سے مسلمان دور کیوں ہے  
ہر اک اپنی جگہ مجبور کیوں ہے !  
مسلمان کا لہو ازراں ہوا ہے !  
چمن تو حیدر کا ویراں ہوا ہے  
ترے محبوب کی محبوب امت  
زمانے میں ہوتی غرقِ ندامت !  
مسلمان کو عطا کر زورِ حیدر،  
صفِ دشمن کو تو زیرِ وزیر کر !



بچا ملت کو تو اپنے کرم سے ،  
کریمانہ نظرت پھیر، ہم سے!  
کہ تیرے ہی کرم کا آسرا ہے  
وگرنہ پاس اپنے اور کیا ہے!  
خدا یا بس تری رحمت ہے درکار  
ہمیں معلوم ہے، ہم ہیں گنہگار!  
فقط اک آسرا باقی ہے تیرا،  
وگرنہ چار سو چھایا اندھیرا  
گناہوں نے دعائیں چین لی ہیں  
خطائیں کچھ زیادہ سنم کی ہیں!  
مگر رحمت تری حاوی غضب پر  
کرم کر یا الہی اور سب پر!  
خدا یا اپنی رحمت عام کر دے  
بہت بگڑا ہوا ہے کام کر دے  
کرم کی اک نظر ہو جانِ عالم ،  
سوالی ہیں ترے با چشمِ پر نعم!

تجھے سب اولیاء کا واسطہ ہے  
شہید کر بلا کا واسطہ ہے!  
علی المرتضیٰ کا واسطہ ہے!  
محمد مصطفیٰ کا واسطہ ہے!  
میرے منعم کر اب حاجت روائی،  
میرے بادی بس اب ہو رہنمائی  
ہٹاؤ سب کی رغبت ماسوائے  
محبت جو تو محبوبِ خدا سے  
کہ عاصی ہیں ترے در کے سوالی  
کوئی کا سہ نہ اب رہ جائے خالی  
بھروسہ غیبر کا ہم سے اٹھالے  
ہمارا بن بس میں اپنا بنالے!  
ترے در پر نگوں ہر اک جیں ہو  
قروراً قلب میں شمع یقین ہو!  
نبی کی آل کا خادم بنادے،  
مسلمانوں کو سیدھی رہ دکھائے

بے تیری ذات حاوی سب جہاں پر  
 زمانوں پر زمیں پر آسماں پر  
 ترے آسمانے حسنی کا سہارا  
 وگرنہ کون ہے اپنا ہمارا  
 حکومت چاہتے ہیں ہم اللہ کی  
 غلامی مانگتے ہیں مصطفیٰ کی !  
 صحابہ کی عقیدت مانگتے ہیں  
 بخا، صدق و عدالت مانگتے ہیں  
 شجاعت اور دستِ مرتضیٰ کی  
 یہی ہے آرزو اپنی دُعا کی  
 تو اپنے دوستوں کو حکم فرما  
 کہ ہو جائیں اکٹھے سارے یکجا  
 وطن تقسیم پھر ہونے نہ پاتے ،  
 کہیں یہ شمع ہی گل ہو نہ جائے  
 عطا کر اپنے سب محضی خزانے  
 کہ ہوں آباد اُجڑے آشیانے !

شب چراغ

مریضوں کو مرے مولا شفا دے  
غریبوں کو کشتش یا خدا دے  
تجھے بے واسطہ تیری طلب کا،  
بنا دے اپنا ذکر قلب سب کا  
اسیروں کو مرے مولا رہا کر !  
کریمانہ نظر میرے خدا کر !

الہی بخش دے سب کی خطا کو ، !  
قبولیت دے میری دعا کو !

شماره

ص. ۱۰۰  
ص. ۱۰۱

ص. ۱۰۲  
ص. ۱۰۳

ص. ۱۰۴  
ص. ۱۰۵

ص. ۱۰۶  
ص. ۱۰۷

سُخْنِ دَر سُخْنِ  
(غزلیں)

نغمہ نغمہ  
(میلند)

اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک  
تُو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ نزلِ خوانی !  
اقبالؒ

ردائے شب سے ورا آفتاب تھے کتنے  
ہماری اپنی نظر پر حجاب تھے کتنے!  
یہ دیکھنے کو میں بڑھتا رہا گناہ کی سمت  
کہ عاصیوں پہ کرم بے حساب تھے کتنے  
اک آسمان مری گود میں تھا بھر کی شب  
قدم قدم پہ درخشاں شہاب تھے کتنے  
سحر کے وقت فضاؤں سے تیرگی نہ گئی  
عروسِ صبح کے رخ پر نقاب تھے کتنے  
جنوں کی ایک ہی جنبش سے پھٹ گئے بادل  
خرد کی تیرہ فضا میں سحاب تھے کتنے  
کہاں تھا دشتِ طلبِ حُسنِ زندگی سے تھی!  
خلوص و مہر و وفا کے سراب تھے کتنے  
گھلی جو آنکھ پس مرگ تو یہ راز کھلا،!  
کہ ایک خواب کے عالم میں خواب تھے کتنے



ظاہر میں گرچہ جسم مرا بے خراش ہے  
 احساس کا وجود مگر قاش قاش ہے  
 تیری نظر ہے مطلعِ انوارِ صُبحِ پیر،  
 میری نظریں ڈوبتے سورج کی لاش ہے  
 آواز دے کے آپ تو خاموش ہو گئے  
 میرے لہو میں اب بھی وہی ارتعاش ہے  
 ٹھہرے سمندروں کی طرح تم ہو بے طلب  
 آبِ رواں ہوں، مجھ کو تمہاری تلاش ہے  
 نگِ خزاں سے دستِ صبا نے لیا ہے کام!  
 آتینہ جمالِ چینِ پاش پاش ہے  
 انسانیت کی موت ہے وہ دورِ اقتدار  
 جس دور میں "صحیفہ فطرت" نراش ہے  
 واصف یہ کس مقام پہ لایا مجھے جنوں!  
 اب اُن کی جستجو ہے نہ اپنی تلاش ہے

گردِ سفر میں قافلہ گت کا اٹ گیا  
یہ سانحہ باطلِ عیتیں کو اٹ گیا  
ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے  
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا!  
تھا اک عذاب ہر نشیمن مرے لیے  
مراہونِ برق ہوں کہ یہ قصہ نمٹ گیا!  
کچھ اس طرح سے مجھ کو ملی داؤدِ شکی!  
میرے قریب آ کے سمندر سمٹ گیا!  
ہے میری ماجزی کو ہر اک دور میں ثبات  
اور آپ کا خردِ غبارہ تھا پھٹ گیا  
پہلا قدم ہی عشق میں ہے آخری قدم  
مردمِ عشق ہے جو ارادے سے ہٹ گیا  
دورِ خرد میں تیرگی کتنی فضا میں تھی!  
واصف جنوں کے دور میں ماحول چھٹ گیا

رگہ نہیں ہے اگر میں تسری نظر میں نہیں  
 ستارہ کوئی بھی اس وقت اپنے گھر میں نہیں  
 تری طرح مری دنیا میں خست یار کے  
 مری طرح کوئی بے بس تیرے مگر میں نہیں  
 کیا ہے فکرتیں سے برق نے آزاد  
 خدا کا شکر کہ اب میں کسی خطر میں نہیں  
 اب اعتبار کسی کا کوئی کرے کیسے  
 بھنور بے کشتی میں، کشتی کسی بھنور میں نہیں  
 کوئی امیر ہوا اپنی بلا سے، کوئی غریب  
 سوال اتنا ہے کیوں فرق خیر شر میں نہیں  
 اس ارتقا کا نہ جانے زوال کیا ہو گا  
 بشر کی کوئی صفت آج کے بشر میں نہیں  
 چلے ہو ساتھ تو ہمت نہ ہارنا و اصف  
 کہ منزلوں کا تصور میرے سفر میں نہیں

رازِ دل آشکارا آنکھوں میں  
حشر کا انتظاں آنکھوں میں  
وہ بھی ہو گا کسی کا نورِ نظر  
جو کھٹکتا ہے خارِ آنکھوں میں!  
لے کے اپنی بنگاہ میں تسلیم  
آمری ریگ زارِ آنکھوں میں  
کچھ بگولے سے رقص کرتے ہیں  
کچھ گریباں کے تارِ آنکھوں میں  
رہ گئی کان میں صد جرس  
کارواں کا فباں آنکھوں میں!  
چھوڑ کر چل دیا ہے ہمد جنوں!  
اک حسین یادگار، آنکھوں میں!

ابر رحمت مری نظر سے گزرا!  
جل رہے ہیں چنار آنکھوں میں!  
مجھ کو جو کچھ ملا، مری قسمت،  
تو بے کیوں شرمسار، آنکھوں میں  
رات کیسے بسر ہوئی واصف!  
دن کو بے کیوں خمار آنکھوں میں!

آنکھ برسی تو بے بہا برسی !  
جیسے برسات میں گھٹا برسی  
زندگی میں ہر اخیال نہ تھا  
بعد مرنے کے اب منا برسی !  
داہن گل پہ گوہرِ شبنم  
ہو گئی جس کی چشم دا، برسی  
آسمانوں سے نور برساتھا  
آسمانوں پہ خاک جا برسی  
مجھ میں تجھ میں یہ فرق تھا و اصف  
آنکھ میری، تری قبہ برسی !

ہر شام گرچہ آتی نظر حوصلہ شکن  
 ہر صبح نے دیا ہے مجھے عزم کو بہن  
 کیا گل کھلا گئی ہے صبا صحن باغ میں  
 شاخیں ہیں سر بریدہ، شاگونے دریدہ تن  
 انجام تھا زشتہ دیوار کی طرح !  
 آغاز ہی سے ٹوٹ رہا تھا ماہ بدن  
 ایسے میں روشنی کی تنہا ہے زندگی  
 جب آفتاب سے ہو گریزاں کرن کرن  
 ڈھلتا رہا خیال مرا حرف مصوت میں  
 تحلیل جاں کے بعد ملا گوہر سخن  
 دیوانگی کے بعد ملی مجھ کو آگہی !  
 میرے جنوں نے مجھ کو دیا اذنِ بیرہن  
 و آصف جہانِ فکر کی تنہائیاں نہ پوچھ !  
 اہلِ تسلیم کے واسطے خلوت بھی اہلِ سخن

شب چراغ

جو لوگ سمندر میں بھی رہ کر رہے پیاسے  
اک ابر کا ٹکڑا انہیں کیا دے گا دل سے  
مانا کہ ضروری ہے نگہبانی خودی کی!  
بڑھ جاتے نہ انسان مگر اپنی قبضے سے  
برسوں کی مسافت میں وہ طے ہو نہیں سکتے  
جو فاصلے ہوتے ہیں نگاہوں میں ذرا سے  
تُوخون کا طالب تھا تری پیاس بھی ہے،  
میں پاتا رہا نشوونما، آب و ہوا سے!  
مجھ کو تو مرے اپنے ہی دل سے ہے شکایت  
دُنیا سے گلہ کوئی نہ شکوہ ہے خدا سے  
ڈر ہے کہ مجھے آپ بھی گمراہ کریں گے!  
آتے ہیں نظر آپ بھی کچھ راہِ سنا سے

دم بھر میں زمیں بوس وہ ہو جاتی ہے واصف  
تعمیر نکل جاتی ہے جو اپنی بنا سے!



رستے میں ہاک شجر ہے زیں پر پڑا ہوا  
سایہ مگر ہے اپنی انا پر اڑا ہوا!  
دیدہ دروں نے اُس کو بنایا امیر شہر  
تھا جس کی چشم کو ریں پتھر جڑا ہوا  
کس کس سے تعزیریت کا فریضہ ادا کریں  
ہر آدمی کے سر پہ ہے کتبہ گڑا ہوا  
توڑے گا کون دقت کے غالم جو کو  
اہل ہنر کے لب پہ ہے تالا پڑا ہوا

قاتل بھی یار تھے مرے مقتول بھی عزیز  
داصف میں اپنے آپ میں نام بڑا ہوا

ہر چہرے میں آتی ہے نظریار کی صورت  
اجاب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت  
سینے میں اگر سوز سلامت ہو تو خود ہی !  
اشعار میں ڈھل جاتی ہے انکار کی صورت  
جس آنکھ نے دیکھا تھے اس آنکھ کو دیکھوں  
ہے اس کے سوا کیا تیرے دیدار کی صورت  
پہچان لیا تھ کو تری شیشہ گری سے !  
آتی ہے نظرن سے ہی فنکار کی صورت  
انکوں نے بیاں کر ہی دیا رازِ تمنا،  
ہم سوچ رہے تھے ابھی اظہار کی صورت  
اس خاک میں پوشیدہ ہیں ہر رنگ کے خاکے  
مٹی سے نکلتے ہیں جو گلزار کی صورت  
دل ہاتھ پہ رکھا ہے کوئی ہے جو خریدے؟  
دیکھوں تو ذرا میں بھی خریدار کی صورت !

صورت میری آنکھوں میں سماتے گی نہ کوئی !  
نظروں میں بسی رہتی ہے سرکار کی صورت  
واصف کو سرِ دارِ پکارا ہے کسی نے  
ازکار کی صورت ہے نہ اقرار کی صورت

شب چراغ

میں سہراک موج کے سہراہ بکھرنے والا  
تُو مجھے دیکھ کے اُس پار اترنے والا،  
آج آسیب کی مانند ڈراتا ہے مجھے  
وہ جو کل تک تھا مرے ساتے سٹرنے والا  
اپنے چہرے میں دکھا جاتا ہے کتنے چہرے  
اجنبی بن کے نگاہوں سے گزرنے والا  
آج اک درد کی تصویر بنا بیٹھا ہے  
رنگ انکار کی تصویر میں بھرنے والا!

کوئی شکوہ نہ شکایت رہے باقی واصف  
آنکھ اک بار ملاتے تو مگر نے والا !

چھوڑ کر جانے مجھے رنگِ مدارات سمجھ  
 میرے سنے کو مری طرح مری ذات سمجھ  
 میرے الفاظ کی ترتیب پہ برہم کیوں ہے  
 میرے الفاظ میں پوشیدہ ہے جو بات سمجھ  
 محنت جھوٹے گواہوں کی گواہی پہ نہ جا  
 غور سے دیکھ مجھے صورتِ حالات سمجھ  
 اپنے شاداب حسیں چہرے پہ مغرور نہ ہو  
 زرد چہروں پہ جو لکھے ہیں سوالات سمجھ  
 شاخ سے ٹٹے ہوئے پتے کا پیغام بھی سن  
 جھونتی گاتی بہاروں کی مکافات سمجھ  
 چھوڑا اب کونے تمنا سے گزرنے کا خیال  
 کہہ رہی ہے تجھے کیا گردشِ حالات سمجھ  
 کوئی درویش، خدامت، قلندر، و آصف  
 آگیا تیرے مقابل تو وہیں مات سمجھ

ہر انسان ہی کہتا ہے۔ دیکھو تو اب کیا ہوتا ہے  
رستے میں دیوار کھڑی ہے، اتنا تو سب کو دکھتا ہے  
چاروں سمت اندھیرا پھیلا، ایسے میں کیا رستہ سوچے  
پریت سر پر ٹوٹ ہے میں، پاؤں میں دریا بہتا ہے  
میری سدرتا کے گئے چھین کے وہ کہتا ہے مجھ سے  
وہ انسان بہت اچھا ہے جو ہر حال میں خوش رہتا ہے  
اک چہرے سے پیار کروں میں، اک خوف لگے بے جھکو  
اک چہرہ اک آیت ہے، اک چہرہ پتھر لگتا ہے  
میں تقدیر زمانے بھر کی، ہر انسان محنت درمیرا  
جرم کسی کا چلتے چلتے میرے ہی سر آ پڑتا ہے  
کتنے جلوؤں سے گزرا ہوں، کتنے منظر دیکھے میں نے  
اب بھی آنکھ سے اُدھیل ہے وہ جو میرے دل میں رہتا ہے  
دھوپ اور چھاؤں سے بنتا ہے، سستی کا افسانہ واضح  
بڑھ جاتے ہیں دم کے ساتھ، عزم کا سوچ جب ٹھکتا ہے

لب پہ آکر رہ گئی ہے عرضِ حال      کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال  
 عشق کیا ہے آرزوئے قُربِ حُسن      حُسن کیا ہے عشق کا حُسنِ خیال  
 اس زمانے میں سکوں کی آرزو!      اس زمانے میں سکوں بلنا محال  
 چارہ گر اپنی مسیحائی کو چھوڑ      اُن سے ملنے کی کوئی صورت نکال  
 دل لگی جس کو سمجھ بیٹھے ہو تم!      یہ کسی کی زندگی کا ہے سوال!  
 تنگدستی اور ان کی آرزو!      اک قیامت ہے بال اندر وبال  
 پھر وہی میں ہوں وہی اُنکی طلب      پھر کسی طوفان کا ہے استمال!  
 وقت کی آواز پر چلنا درست      وقت کو آواز دینا ہے کمال

ڈھل نہیں سکتے کبھی و اصف علی  
 شعر کے سانچے میں انکے خدو حال

یہ روشنی ہے ماگھی ہوئی آفتاب سے  
ڈرتا ہوں اس لیے میں شب بہتا ہے  
رحمت نے تیری مجھ کو گلے سے لگایا  
میں ڈر رہا تھا ورنہ حساب و کتاب سے  
میں بھی سوال کر کے بڑا منفعل ہوا،  
نادم ہوتے ہیں آپ بھی اپنے جواب سے  
ذوقِ نظر ملے تو تماشا ہے کائنات  
ہر ذرے میں چھپے ہیں کئی آفتاب سے  
پہلے تو اپنے آپ کو اک آئینہ بنا  
وہ خود کل کے آئیں گے اپنے نقاب سے  
کیا فرضِ نفیس رہے آسودہ بہار  
آتی ہے بونے خون بھی بونے گلاب سے  
کس کے لبوں سے دامنِ تقدیر میں منتجب  
رنگین تر ہے صورتِ صہبائے ناب سے



کیا بدگنائیاں تھیں تھاق کے ضمن میں ،  
کتنی ترقات تھیں وابستہ خواب سے  
گھلنے رنگ رنگ کا مسکن ہے یہ زمیں  
نسبت ہے خاک کو بھی شہرہ براب ہے  
جس ذات پر نزول کلام مجید ہو  
وہ ذات کم نہیں ہے مقدس کتاب سے  
اس دور پر فریب میں واصف وفا کہاں  
دنیا نکل چکی ہے وفا کے سراب سے

## شب چراغ

کرات کٹے کب ہو سکتے ہیں  
کب ہو گا دعاؤں میں اثر کہہ نہیں سکتے  
چلتے ہیں تو رستہ ہمیں رستہ نہیں دیتا  
ہے طرفہ تم گھر کو بھی گھر کہہ نہیں سکتے  
لے جاتے گی کس سمت ہو کچھ نہیں معلوم  
کس دیس میں اب ہو گی بسر کہہ نہیں سکتے  
جس ذات سے منسوب کئے بیٹھے ہیں خود کو  
اُس کو بھی بے کچھ اس کی خبر کہہ نہیں سکتے  
واصف یہی ہے کس و ناکس کی زباں پر  
ہم جانتے سب کچھ ہیں مگر کہہ نہیں سکتے

کل تک جو کر رہے تھے بڑے حوصلے کی بات  
 ہے اُن کے لب پہ آج کٹھن مرحلے کی بات  
 جس کا رداں کے سامنے تارے نگوں رہے  
 صحرا میں اڑ گئی ہے اسی قافلے کی بات  
 آخر سرِ غرور نے جسدہ کیسا سے  
 یوں مختصر ہوئی ہے بڑے فاصلے کی بات  
 راہِ طلب میں ہمسے کوئی بھول ہو گئی  
 کیوں کر رہے ہیں آپ ہمارے صلے کی بات  
 ہم نے تو عرض کر ہی دیا حرفِ مدعا  
 اب آپ ہی کریں گے کسی فیصلے کی بات  
 اُن کی تلاش اصل میں اپنی تلاش ہے  
 کس سلسلے سے جا ملی کس سلسلے کی بات!  
 واصف دیارِ عشق میں لازم ہے خامشی!  
 مر کر بھی لب پہ آئے نہ ہرگز گلے کی بات

تُو فیصلہ ترکِ ملاقت میں گم ہے  
بندہ تیرے دیرینہ غنایات میں گم ہے  
ہم منزلِ بے نام کے راہی ہیں ازل سے  
تو تذکرہٴ حُسنِ مقامات میں گم ہے  
شادابی گلشنِ کویاں نَبناوے  
وہ شعلہٴ بے تاب جو برسات میں گم ہے  
”ہے گردشِ دوراں کا، غماں گیر قلندر“  
گم کر وہ روایات، مگر ذات میں گم ہے  
منزلِ بے بہت دُور مگر حُسنِ تقریب !  
واصفِ تمہے قدموں کے نشانات میں گم ہے

کیا جلتی ہوئی ریت پہ ہم ڈھونڈ رہے ہیں  
 صحرا میں تراقتش قدم ڈھونڈ رہے ہیں!  
 دیرینہ عنایات ہی کچھ کم تو نہیں تھیں  
 وہ اور ہی اندازِ کسٹم ڈھونڈ رہے ہیں!  
 یہ ہم ہیں تو وہ کون ہے وہ ہم ہیں تو یہ کون  
 کچھ اور ہی آئینے میں ہم ڈھونڈ رہے ہیں  
 ہوتا ہے کبھی شوق بھی اس راہ میں حائل  
 ہم یار کو بادیدہ نم ڈھونڈ رہے ہیں!  
 جس دن سے شناسائی ہوئی آپ کے عزم سے؟  
 اس دن سے مجھے سینکڑوں نم ڈھونڈ رہے ہیں  
 سہمی ہوئی دیران گزر گاہِ نظر میں  
 آجا کہ تجھے آج بھی ہم ڈھونڈ رہے ہیں!  
 داصف ہمیں کیا واسطہ ہے جامِ دسبوس  
 میخانے میں ہم شیخِ حرم ڈھونڈ رہے ہیں

سنگِ درِ حبیب ہے اور سرِ غریب کا !  
کس اوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا  
پھر کس لیے ہے میرے گناہوں کا احتساب  
جب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیب کا !  
راہِ فراق میں بھی رنیتِ سفر رہا ،  
زخمِ جگر نے کام کیا ہے طبیب کا  
منصور ہے نہ کوئی میخانہ میں ہے  
کیا ہے محل ہے تذکرہ دارِ صلیب کا !  
رکتا ہے بے ادب بھی یہاں زعمِ آگہی  
یہ حال ہے تو حال نہ پوچھو ادیب کا !  
یہ بارگاہِ حسین دو عالم نہ ہو کہیں  
جسے پاس بانِ قیب یہاں کیوں قیب کا  
واصفِ علی تلاش کرے اب کہاں تجھے !  
دُوری کو جب ہے تجھ سے تعلقِ قریب کا

نہ آیا ہوں نہ میں لایا گیا ہوں  
میں حرف کن ہوں نہ پایا گیا ہوں  
مری اپنی نہیں ہے کوئی صورت !  
ہر اک صورت سے بہلایا گیا ہوں !  
بہت بدلے مرے انداز لیکن  
جہاں کھویا وہیں پایا گیا ہوں !  
وجودِ غیر ہو کیسے گوارا ،  
تری راہوں میں بے سایا گیا ہوں !

نہ جانے کونسی منزل ہے واصف  
جہاں نہلا کے بلوایا گیا ہوں !

تیری نگاہِ لطف اگر ہمسفر نہ ہو  
دشوار ہی حیات کبھی مختصر نہ ہو  
اتنا ستم نہ کر کہ نہ ہو لذتِ تم  
اتنا کرم نہ کر کہ مری چشم۔ تر نہ ہو  
یہ بھی درست، میرے فسانے ہیں چارو  
یہ بھی بجا۔ کہ آپ کو میری خبر نہ ہو  
میری شبِ فراق نے دی مجھ کو یہ دُعا  
داغ میں تیرے آہِ سحر ہو، سحر نہ ہو  
اس دہر میں عروج کا ملنا محال ہے  
ہستی کے ہرزوال پہ جب تک نظر نہ ہو  
اُس پر کرے گا کون زمانے میں اعتماد  
اپنی نظریں ہی جو بشرِ معتبر نہ ہو!  
واصفِ عبث ہے بحث، اور غریب کی  
جب تک عبورِ فلسفہ خیر و شر نہ ہو



کبھی بلا کے کبھی پاس جا کے دیکھ لیا  
 فسوں سوز دروں آزما کے دیکھ لیا  
 بٹھا کے دل میں تمہیں بارہا نسا از پڑھی  
 تمہارے گھر ہی کو کعبہ بنا کے دیکھ لیا  
 متاعِ زلیت بنے تیرے نقشِ پا کی قسم  
 وہ اشک ٹونے جنہیں مسکرا کے دیکھ لیا  
 ترے سوا تیری اس کائنات میں کیا ہے  
 جلا کے دیکھ لیا دل بچھا کے دیکھ لیا!  
 کلیم ہوش کو کب تابِ حسنِ نظارہ  
 یہ طورِ دل ہے کہ خود کو جلا کے دیکھ لیا  
 بنے وہ شبنم و گلِ عنذلیب و سر و دامن  
 نگاہِ شوق نے آنسو بہا کے دیکھ لیا  
 نظر ہے شیشہ و ساغر، نظر ہے مے و اصاف  
 نظر کا جامِ نظر کو پلا کے دیکھ لیا!

تنہا سفر میں یا میں کسی انجمن میں ہوں  
یارو میں بے وطن ہوں کہ اپنے وطن میں نہیں  
ہے شام انتظار بھی میری نگاہ میں !  
کہنے کو التفات کی پہلی کرن میں ہوں !  
دُنیا کا احترام، کہ طالب ہے آپ کی  
میرا بھی احترام، کہ اپنی لگن میں ہوں !  
اہلِ خود کے اب تو گریبان چاک ہیں ،  
میرے جنوں کی خیر کہ میں پیرہن میں ہوں  
بے حرفِ آرزو بھی غلط جس مقام پر ،  
واصف میں اس مقام پہ ذوقِ سخن میں ہوں

تیری طلب میں جاں بلب ہو گیا ہوں میں  
 آنے کا تیسے لڑوں بھی سبب ہو گیا ہوں میں  
 تو بے کہ بھگو نصرتِ یک نام بھی نہیں  
 میں ہوں کہ تیری راہ طلب ہو گیا ہوں میں  
 میں تیری جستجو میں بڑی دور آ گیا  
 تجھ سے بھی بے نیاسا اب ہو گیا ہوں میں  
 گل کر کے آرزو کے دینے اپنے ہاتھ سے  
 خود تیرے انتظار کی شب ہو گیا ہوں میں  
 رہتا ہوں دور دور میں تجھ سے بھی اس لیے  
 تنہائیوں میں رہ کے عجب ہو گیا ہوں میں  
 سمجھو اگر تو غم ہے مری کائنات میں  
 دیکھو اگر تو موجِ طرب ہو گیا ہوں میں  
 دشتِ جنوں میں آتے ہیں واقف کے نمگسار  
 صحرا کی رونقوں کا سبب ہو گیا ہوں میں

## شب چراغ

شام تو شام، صبح بھی ہے رات  
جیسے مفلس کی زندگی ہے رات  
رقص کرتے ہیں جب درو دیوار  
دل کے آنگن میں جھومتی ہے رات  
آتے آتے پلٹ گیا سورج !  
جاتے جاتے مٹھہر گنتی ہے رات  
پھر کبھی زخم نے زباں کھولی .  
پھر دبے پاؤں آ رہی ہے رات  
بزم ہستی بجا رہی ہے کہیں !  
برق بن کر کہیں گری ہے رات  
تیرے دامن میں ڈال کر تارے .  
میرے دامن سے آ لگی ہے رات  
کس نے آواز دی مجھے واصف !  
مجھ سے یہ راز پوچھتی ہے رات

میں اسیرِ رنگ و بو پا بس در آب و گل رہا  
 ذات کا عرفاں مجھے اس حال میں مشکل رہا  
 دوستوں نے پھیر لی جب سے نگاہِ التفات  
 مہرباں ہو کر مرے گھر میں مرا تاق رہا  
 کب مری تخریب میں تیرا تفاعل تھا شریک  
 کب تری تمبیر میں میرا ہوشِ شامل رہا  
 کوئی امدادی نہ آیا ڈوبنے والے کے پاس!  
 اک ہجومِ دوستان یوں تو سرسامل رہا  
 دل کے بچتے ہی چراغِ انجمنِ خاموش تھا  
 دل جلا جب تک بڑا ہنگامہ محفل رہا!  
 قربتوں کے برف خانوں میں رہا اک اضطراب  
 ہجر کے آتشِ کدوں میں اک سکوں حاصل رہا  
 ہمسفرِ واصفِ علی - گردِ سفر میں رہ گئے،  
 مجھ کو احاسنِ ندامت یوں سہرا نزل ہا

شب چراغ

ملا ہے جو ممتد میں رستم تھا  
زہے قسمت مرے جھٹے میں غم تھا  
جب میں شوق نے یہ راز کھولا!  
مرا کعبہ ترا نقشِ قدم تھا!  
وہ نادم ہو گئے اپنے ستم پر  
ستم یہ بھی تو بالائے ستم تھا!  
مری کوتاہی تھی دگر نہ!  
ستم اُن کا تو اک حُسنِ کرم تھا

جسے تو رائیگاں سمجھا تھا واصف  
وہ آنسوِ سخنِ ارجامِ جم تھا!

پھر تجھے یاد کر رہا ہوں میں  
پھر زمانے سے ڈر رہا ہوں میں  
عزمِ راسخ ہے یا فریبِ خودی  
منزلوں سے گزر رہا ہوں میں  
اُن کی دیوار کاٹنے سایہ !  
آسماں سے اتر رہا ہوں میں  
بے بسی نے ڈبو دیا درنہ !  
قادرِ خیر و شر رہا ہوں میں !  
عمر تار کیوں میں کاٹی ہے ،  
اب اجالوں سے ڈر رہا ہوں میں  
کوئی دامن سمیٹ لے مجھ کو ،  
آنسوؤں میں بکھر رہا ہوں میں  
کیوں نہ واقفِ بپا ہواکِ محشر !  
موت سے پہلے مر رہا ہوں میں

شب چراغ

کیا سوچ کے آئے تھے تری بزم میں ہم آج  
کیا سوچ کے ہم لوٹے ہیں بادیدہ نم آج  
لودہ بھی پشیمان ہوتے اپنے ستم پر  
لو یہ بھی ستم دیکھو بہ اندازِ کرم آج  
حاستی کے فسانے کو جو عنوان ملا ہے  
پیشانی احساس پر کرنا ہے رستم آج  
میں گردشِ دوراں کو سمجھتا ہوں نسیمت  
یہ گردشِ دوراں بھی کہیں جاتے نہ تھم آج  
وہ سر جو سرفرازی ملت کے امیں تھے  
وہ سر بھی ہوتے صُوتِ حالاتِ خم آج  
مت پوچھتیں ہو گیا مغلوب کہاں کیوں  
مت یاد دلا اپنی محبت کی قسم آج

اک سجدہ، بنا مِ دلِ وارفتہ بھی و اصف  
دروازہ میخانہ بنا، بابِ حرم آج !



زندگی ننگِ دریا سے آگے نہ بڑھی  
 عاشقی مطلعِ دیدار سے آگے نہ بڑھی !  
 تیرگی گیسوتے خمدار سے آگے نہ بڑھی  
 روشنی تابشِ رخسار سے آگے نہ بڑھی  
 دلبری رونقِ بازار سے آگے نہ بڑھی  
 سادگی حسرتِ اظہار سے آگے نہ بڑھی !  
 خود فراموش ترے عرش کو چھو کر آتے،  
 خواجگی جُببہ و دستار سے آگے نہ بڑھی  
 بس میں ہوتا تو تری بزمِ بجاتے ہم بھی  
 بے بسی، سایہِ دیوار سے آگے نہ بڑھی  
 جلوۂ ذات سے آگے تھی فقط ذات ہی ذات  
 بندگیِ رقصِ سردار سے آگے نہ بڑھی  
 بے خودی و دشت و بیابان کو راہِ اصف  
 آگہی وادی پر خار سے آگے نہ بڑھی !

ترے قریب ہوتے جب سے آشکار ہوتے  
ہزار بار کہاں صد ہزار بار ہوتے  
تمہاری بزم میں تارے بھی پڑ سکوں تھے مگر  
یہ اور بات کہ ہم دُور بے قرار ہوتے  
بقافنا کی فنا ہی بفتا کی راہ بنی !  
خزاں سے گزرے تو ہم بادِ نو بہار ہوتے  
بلانہ ہم کو اگر سنگِ آستان کا نشان  
برنگِ موج اُٹھے راہ کا غبار ہوتے  
ہوا تھا حُسن ہی خود مائلِ کرم و اصف  
وہ اپنی ذات میں مخفی تھے آشکار ہوتے

ہم غریبوں پہ عنایاتِ خدا خیر کرے  
 لب پہ آتے ہیں سوالاتِ خدا خیر کرے  
 حُسنِ بیرونِ حجاباتِ خدا خیر کرے  
 عشقِ پابندِ روایاتِ خدا خیر کرے  
 اے کہتے ہیں کسی چیمیز کا پا کر کھونا  
 سرِ بازارِ ملاقاتِ خدا خیر کرے !  
 رکتے رکتے بھی قدم اٹھ گئے منزلِ کحیف  
 بنتے بنتے ہی بنی باتِ خدا خیر کرے  
 بے خبر ہوتا ہے منزل سے وہی جس نے کیا !  
 دعویٰ کشفِ وکراماتِ خدا خیر کرے  
 دار پر ہوتی ہے سند پہ نہیں ہو سکتی !  
 گفتگو ذات سے بالذاتِ خدا خیر کرے  
 یادِ ماضی ہے نہ اندیشہ فردا و اوصاف !  
 مٹ گئے سارے نشاناتِ خدا خیر کرے

دیے ہیں تو نے زمانے کو بھر کے جامِ دُستیو  
میں تشنہ لب ہوں مرے واسطے جگر کا لہو  
بھینک رہا تھا میں سُودِ دزیاں کے صحرا میں  
ترے دیار میں لاتی مجھے تری خوشبو، !  
جب اپنی آنکھ سے دیکھا تو سب مرے اغیار  
تری نگاہ سے دیکھا تو میں ہی اپنا عدو  
حصارِ وقت کو میں توڑ کر نکل نہ سکا !  
ترے جمال کا پہرہ لگا رہا ہر سو !  
تری تلاش مجھے میرے سامنے لاتی،  
میں آتینے میں جو اُترا تو زبرد تھا تو !  
اس انقلاب کو کہتے ہیں ارتقائے حیات  
کہ میں بھی میں نہیں اب تو بھی کب رہے تو !  
کلی کی آنکھ کے کھلنے کی دیر تھی واضح  
خدا کا شکر کیا ہے گلوں نے کر کے وضو !

دوستو، دوستی کا نام نہ لو !  
ہو چکی، دل لگی کا نام نہ لو !  
میسکدے کے اصول بھی دیکھو  
میسکشو، تشنگی کا نام نہ لو !  
سرفرازی ملی نشیمن کو  
برق کی برہسی کا نام نہ لو !  
نت نتے گل کھلا ہی کرتے ہیں  
ایک دل کی کلی کا نام نہ لو !  
شہر کی جان ہو جہاں آباد  
شہر کی اُس گلی کا نام نہ لو !  
بے خبر، زندگی کا کیا شکوہ !  
مختصر زندگی کا نام نہ لو !  
مار ڈالے گی شاعری واصف !  
بھول کر شاعری کا نام نہ لو

## شب چراغ

زبان ہم ہیں ہمہ گوش و گفتگو ہم ہیں  
ہم آئینہ ہیں نظر ہم ہیں رو برو ہم ہیں  
ہزار پردوں میں پنہاں ہے گرجاں ترا  
تو کیا بہارِ گین ہم ہیں رنگِ دلجو ہم ہیں؟  
لو اپنے سر کو بھینسی پہ رکھ لیا ہم نے  
تمہاری تیغِ تغافل کی آبرو ہم ہیں  
سکوتِ شب میں درمیکدہ پہ کون آیا؟  
خطامعات ہو اے جانِ آرزو ہم ہیں!

ہمارے چاکِ گریباں کا ذکر کیا و اصف  
نہ پوچھ کس لیے بیگانہ رفو ہم ہیں!

شکوہ تو نہیں، سستی اگر وقفِ الم ہے !  
 غمخوار نے منہ پھیر لیا مجھ سے، تم ہے  
 خود دار ہوں، خود سر ہوں، میں خدمت میں لکین  
 تو سامنے آجاتے تو سر آج بھی خم ہے  
 تقدیر بدل جاتے تو حاصل بھی ہے تقدیر،  
 آغاز کی پیشانی پہ انجامِ رسم ہے !  
 یادوں کی گزرگاہ میں اُڑتے ہیں بگولے  
 بھڑوں کا نشان ہے نہ کوئی نقشِ قدم ہے  
 اندازِ قلندر کا نہ بے باک ہو کیونکر !  
 مستی کا مجرم اس کی نگاہوں میں علم ہے  
 بحدہ ہو، تو میخنے کے دروازے پہ دل ہے  
 ساتی کی نظر ہو تو یہی بابِ حرم ہے  
 یہ بات تعلق کی، تعلق ہو تو واصل ہے !  
 مائل بہ کرم ہوں یا ستم، ان کا کرم ہے !

## شب چراغ

سنبھل جاؤ چین والو خطر ہے ہم نہ کہتے تھے!  
جمالِ گل کے پردے میں شر ہے ہم نہ کہتے تھے!  
لبوں کی تشنگی کو ضبط کا اک جام کافی ہے  
چھلکتا جام زہر کا رگ ہے ہم نہ کہتے تھے!  
زمانہ ڈھونڈتا پھرتا ہے جس کو اک زلمے سے  
مُجبت کی وہ اک پہلی نظر ہے ہم نہ کہتے تھے!  
قیامت آگئی لیکن وہ آتے ہیں نہ آئیں گے  
شبِ فرقت کی کب کوئی سحر ہے ہم نہ کہتے تھے!  
غمِ جاناں غمِ آیام کے سانچے میں ڈھلتا ہے  
کہ اک غم دوسرے کا چارہ گر ہے ہم نہ کہتے تھے!



تڑپتی کوندتی تھی برق لہراتی چلتی تھی!  
ہمارے چار تنکوں پر نظر ہے ہم نہ کہتے تھے!  
غبارِ راہ میں کھوجاتے گا یہ کارواں آخر  
کہ رہن کارواں کا راہبر ہے ہم نہ کہتے تھے!

نشانِ منزلِ مقصود سے آگاہ تھے و آصف!  
فریبِ آگہی سے کب مغرب ہے ہم نہ کہتے تھے!

شب چراغ

برتدم دل کشی ہے کیا کہتے !  
بس تمہاری کمی ہے کیا کہتے !  
آنکھ کس سے لڑی ہے کیا کہتے ،  
جان پر کیوں بنی ہے کیا کہتے !  
بزمِ ہستی تو ہم سما لیتے ،  
شمعِ محفلِ نجی ہے کیا کہتے !  
آشیاں کس طرح بنایا تھا  
برق کیسے گرمی ہے کیا کہتے !  
وہ بلاتے تو ہیں مجھے لیکن !  
کس قدر بے بسی ہے کیا کہتے !  
میرے ہی گھر کی چار دیواری !  
راہ میں آکھڑی ہے کیا کہتے !  
غمزدہ کائنات میں تنہا !  
کون و اصف علی ہے کیا کہتے

کس قدر پا بند ہے تقدیر کی  
ہائے مجبوری مری تقدیر کی!  
زندگی منے سے پہلے موت تھی!  
موت ہی منزل ہے اس تعمیر کی  
خود مصوّر دیدہ حیراں ہوا  
آنکھ آئینہ بنی تصویر کی!  
رُخ بدل جاتا ہے بر طوفان کا،  
بات کیا ہے۔ نالہ شب گیر کی!

کس زباں سے اب کہے واصف علی  
آپ نے آنے میں کچھ تاخیر کی!

عجب اعجاز ہے تیری نظر کا  
کہ ہم بھولے ہیں رستہ اپنے گھر کا  
سحر آتی تو یاد آتے وہ تارے  
پتہ جن سے ملا ہم کو سحر کا!  
چلے ہو چھوڑ کر پہلے تدم پر؟  
چلے تھے ساتھ دینے عسر بھر کا!  
بہاریں آگتیں جب آپ آتے  
دعاؤں نے بھی منہ دیکھا اثر کا!  
حقیقت کیا فریب آگئی ہے؟  
نظر بھی ایک دھوکا ہے نظر کا  
عدم سے بھی پرے تھی اپنی منزل  
سفر انجام تھا اپنے سفر کا !!!  
مری آنکھیں ہوتیں فناک و آصف  
خیال آیا کسی کی چشم تر کا !

اپنی بستی کو ہسم الم سمجھے ،  
 ہاں مگر تیرے غم سے کم سمجھے  
 ترکِ اُلفت پر اختیار نہ تھا  
 ہم ترے ظلم کو کرم سمجھے !  
 سرفرازیِ بشر کو ملتی ہے  
 شرط یہ ہے کہ سہ قلم سمجھے  
 آگہیِ خود فریب خوردہ ہے  
 اس سہیت کو لوگ کم سمجھے  
 کیا تعلق تھا آپ سے اپنا  
 آپ سمجھے اسے نہ ہم سمجھے  
 زندگی کی ہر ایک الجھن کو !  
 ہم ترے گیسوؤں کا خم سمجھے  
 اب خدا سمجھے آپ کو واصل  
 مجھ سے کیا کہہ رہے ہو "ہم سمجھے"

ذرا زلفِ برہم کے خم دیکھنا،  
تلف بہ رنگِ ستم دیکھنا !  
نہ جانا مجھے دے کے غم دیکھنا  
مجھے پڑ نہ جائے الم دیکھنا  
مجھے یاد ہے وہ قیامت ابھی،  
تراٹ کے ہر برت دم دیکھنا!  
بدل جائے گا تو بھی میری طرح  
وہ کہتے ہیں مجھ سے، ستم دیکھنا  
شکایت نہ کر گردشِ وقت سے  
یہ گردش بھی جاتے نہ تھم، دیکھنا  
نہیں لطف کا منتظر ایک تو  
ہے دنیا کو اُن کا کرم دیکھنا!  
ترے ایک بجدے سے واصف علی  
یہی دیر ہو گا حرم، دیکھنا!

ستم ہوں گے مگر پیسہ نہ ہوں گے  
کرم ہوں گے مگر جب ہم نہ ہوں گے  
اگر تُو نے ستم سے ہاتھ کھینچا ،  
تو کیا ہم آشنائے غم نہ ہوں گے  
کیسے تُو بوجھ نہ جائے شمعِ محفل  
پتنگوں کے عزائم کم نہ ہوں گے  
بہارا دم ہے زینتِ انجمن کی  
”ہماری یاد ہوگی ہم نہ ہوں گے“

خُدا کو ہو محبت جن سے واصف ،  
وہ کیسے حسنِ بہر عالم نہ ہوں گے

شب چراغ

شب ہستی کئی بے مرمر کے  
صبح آتی خود اُخدا کر کے !  
یہ محلات نگِ مرمر کے  
کیا ممت اہل ہیں دیدۂ تر کے  
چشمِ ساقی پہ امتداد کیا !  
سو گئے سامنے سب دھر کے !  
حشرِ نغم کیا کہ تُو نے بپا،  
کس نے چکے دیتے ہیں مُشر کے

تیرگی چھٹ گئی مگر واصف  
میہاں ہیں اُجالے دم بھر کے



کب اڑالے گئی ہو امت پوچھ  
 چار تنکوں کا ماجرا امت پوچھ  
 انتہا دیکھ، چشمِ عبرت سے  
 اس فنانے کی امت پوچھ  
 تُو نے جو کچھ کہا، تجھے معلوم  
 میں نے دُنیا سے کیا سنا، امت پوچھ  
 دے ذرا اپنے حافظے پر زور!  
 مجھ سے میرا آتا پتہ امت پوچھ  
 اپنی تفتیر کی لکیریں پڑھ!  
 کیا کریں گے وہ فیصلہ امت پوچھ  
 پوچھ مجھ سے روزِ مرگ و حیات  
 ہاں مگر حرفِ بدعا، امت پوچھ  
 بے گناہی بھی جرم ہے و اصف  
 اور اس جرم کی سزا، امت پوچھ

شب چراغ

ترے خیال نے بخش تھی جو خوشی نہ رہی  
گلوں میں زنگ بہاروں میں دکھی نہ رہی  
مری نوشتت میں تھی خاک بہر جہاں در نہ  
تمہارے فیضِ نظر میں تو کچھ کمی نہ رہی  
تم اپنے عہدِ جوانی کو در ہے ہو مگر!  
ہم اپنے حال پہ روتے ہیں زندگی نہ رہی  
اسی دُوق سے ہم میسکدے میں آئے تھے  
تری نگاہ کو دیکھا تو تشنگی نہ رہی!  
ہزار کہتے کہ یہ آگ دل لگی میں لگی!  
جب آگ لگ گئی دل میں تو دل لگی نہ رہی  
طلب طلب ہے، مگر دور بن صیب سائب  
کہ خواجگی تو رہی بسندہ پردری نہ رہی  
بڑے یقین سے دیکھی تھی ہم نے صبحِ امید!  
قریب پہنچے تو دوا صاف وہ روشنی نہ رہی

جذبات - زیر گردشِ حالات سو گئے  
چھائی گھٹا تو رندِ حیرات سو گئے!  
منزل سے دور جاگتی سوچیں تھیں ذہن میں  
منزل پہ آگئے تو خیالات سو گئے  
تاروں نے ہم کو دیکھ کے سبب سے یہ کہا  
یہ بد نصیبِ وقتِ مناجات سو گئے  
کیا دلگداز موسم گل کا تھا انتظار  
فصلِ بہار آتی تو نعمت سو گئے  
آنکھوں میں ہم نے کاٹ دی شامِ غمِ سراق  
آیا کوئی جو بہرِ ملامت سو گئے!  
اک خواب کے سوا ہے یہ ہستی تمام خواب  
آئی ہے جن کے ذہن میں یہ بات سو گئے  
آیا جو وقتِ معرکہِ حق و کفر کا!  
کیوں صاحبانِ کشف و کرامات سو گئے

خالی پڑے میں جام، کوئی بات کیجئے  
زندگیاں تشنہ کام، کوئی بات کیجئے  
تقریر میں کہہ کا تقاضا ہے میکشور  
اب خاموشی حرام، کوئی بات کیجئے  
مختر کی صبح کا جی ذرا تذکرہ سہی  
گزرے گی کیسے شام، کوئی بات کیجئے!  
گزری ہے اُن پر کیا جو چین سے بچھڑ گئے  
امواجِ خوش خرام، کوئی بات کیجئے!  
کیوں بمسافر ہوئی ہیں مے ساتھ منزلیں  
احبابِ ذی مقام، کوئی بات کیجئے  
کچھ دیر مجھ غریب کی محفل میں بیٹھ کر  
یارانِ خوش کلام، کوئی بات کیجئے!  
واصفِ نیک ہی آتے گی باتوں سے کوئی بات  
ان سے برائے نام، کوئی بات کیجئے!

چمکے جسم کے صحرا کا اک سراب ہوں میں  
 کہ اپنے خون کے دریا کا اک جباب ہوں میں !  
 میں ایک فرد ہوں مجھ سے بے تپتوں کا ظہور ،  
 حقیقتوں کو جنم دینے والا خواب ہوں میں !  
 ورق ورق مری نظروں میں کائنات کا ہے  
 کہ درستِ غیب سے لکھی ہوئی کتاب ہوں میں !  
 کسی نظر میں علامت ہوں خود پسندی کی !  
 کسی نگاہ میں اک ذرہ تراب ہوں میں !  
 درِ عطا پہ ہوں میں آخری سوال ، مگر ،  
 اسی سوال کا اک آخری جواب ہوں میں !  
 طلوعِ صبح کے چہرے پہ روشنی کیسی !  
 سیاہ شب میں درخشندہ آفتاب ہوں میں !  
 بے جستجو بھی مجھے اُس کی اک زمانے سے  
 اور اک زمانے سے واصف کا ہمرکاب ہوں میں

نشاط رنگ بوسے بے نیاز آرزو ہو کر  
ہم اپنے روبرو آتے تمہارے روبرو ہو کر  
ہمارے آنسوؤں میں ہو گیا خون جگر شمال  
ترن محض سے ہم آتے مگر کیا سرخرو ہو کر  
محبت سے، زمانہ میکہ، ہر آدمی کاش  
تلاثر یار میں پھرتے ہیں سب جام دبو ہو کر  
تعب ہے بہاروں نے خزاں سے دو تہا رلی  
چس کی آبرو ہی لٹ گئی ہے رنگ بُو ہو کر

اسی دیوانگی سے ہے نظام عاشقی و اصاف  
جنوں کی نحو میں۔ بے چاک ہو جاتے رفو ہو کر

میں آرزو تے دید کے کس مرحلے میں ہوں  
 خود آیت سنہ ہوں یا میں کسی آیتے میں ہوں  
 رہا ہر نے کیا فریب دیئے ہیں مجھے نہ پوچھو  
 منزل پہ ہوں نہ اب میں کسی راستے میں ہوں  
 اس دم نہیں ہے فرق، حسب و رسوم میں  
 احساس کے لطیف سے اک دائرے میں ہوں  
 تیرے قریب رہ کے بھی تھا تجھ سے بے خبر  
 تجھ سے بچھڑ کے بھی میں تے رابطے میں ہوں  
 ہر شخص پوچھتا ہے مرا نام کس لیے،  
 تیری گلی میں آ کے عجب ٹمٹمے میں ہوں  
 میں کس عرش بیابان کروں حرفِ دعا  
 جس مرحلے میں گل تھا اسی مرحلے میں ہوں  
 واصف مجھے ازل سے ملی منزلِ ابد  
 ہر دور پر محیط ہوں جس زاویے میں ہوں

میرے سر پر جو ٹوٹا تھا  
میری قسمت کا تارا تھا  
کتنی صدیاں سمٹ رہی تھیں  
اک لمحہ جب پھیل رہا تھا  
آج میں صحرا میں ہوں پیسا  
کل میں دریا میں ڈوبا تھا  
وقت گزر جاتا ہے لیکن!  
وقت بہت شکل گزرا تھا  
صرف مجھی سے فور ہے اب وہ  
صرف جو میسرا کہلاتا تھا  
وہ اُترا تھا میرے دل میں  
میں اُس کے دل سے اُترا تھا  
کوئی پاس نہیں تھا واصف  
تنہائی نے زہر دیا تھا!



اپنی محفل میں مجھے بلوا کے دیکھ  
یا مری تنہا یوں میں آ کے دیکھ  
میں تری تاریخ ہوں مجھ کو نہ چھوڑ  
بھولنے والے مجھے دُہرا کے دیکھ  
کس طرح ذروں کو مٹی ہے ضیاء  
تاہیں خورشید سے ٹکرا کے دیکھ  
اپنی حینیں آئینہ حسن میں سُن  
سنگِ وحشت اس کے گھر ببا کے نیکھ  
تجھ کو بھی کچھ آگہی مل جائے گی  
تُو مری دیوانگی اپنا کے دیکھ!  
صورتوں میں سے کوئی صورتِ محال  
ایک خاکے میں ہزار انا کے دیکھ  
اس چمن میں کیا ہوا اوصافِ علی  
بند کلیوں کی زباں کھلے اے دیکھ

کون کسی کا اس دُنیا میں کس نے پریت نبھائی  
اپنی ذات میں گم ہیں سارے کیا پریت کیا راتی  
کالا سُورج دیکھ کے کالی رات نے لی انگریزی  
اپنی راہ میں حائل ہو گئی، آنکھوں کی بینائی!  
پتے ٹوٹ گئے ڈالی سے یہ کیسی اُت آئی۔

مالک کے منکے بکھرے ہیں، دے گئے یا رجب راتی  
اک چہرے میں لاکھوں چہرے بہر چہرہ بہرائی!  
جھوٹا میلہ، انت اکیلا، جھوٹی پریت لگاتی!

اک ذرے میں حسرتوں کی مسرت آن سمانی  
اک قطرے میں ڈوب کے رہ گئی ساگر کی گہرائی  
تجھ بن سا جن میری ہستی میرے کام نہ آئی

بات بنانے سے کیا بنتی، تُو نے بات بنائی  
سانس کی آرمی کاٹ رہی مسجدیوں کی پہنائی  
ہستی کے بہرپ میں اصف مت نہ لیر لاتی

میں نمود تلامذہ قلم ہوں خود ہی دشت کی پیاس  
 وہ میرے دل میں ہے جس نے مجھے کیا ہے اُداس  
 مرے شعور کے پیچھے نے نوج ڈالا اُسے !  
 ازل سے لایا تھا میں جو برہنگی کا لباس !  
 تلاشِ دبر کو ہے جس ہُما کی مدت سے  
 تڑپ رہا ہے وہ میری شبِ فراق کے پاس  
 سوال یہ تو نہیں ہو گی گفتگو کیسے ؟  
 سوال یہ ہے کہ قائم رہیں گے ہوش و حواس ؟  
 عزمِ زمانہ کے دریا کی رستخیز ، نہ پوچھ  
 گلوں کے ساتھ ہالے گی چمن کی اساس  
 وہ کون تھا جو مرے ساتھ ہمکلام رہا ؟  
 جب آس پاس نہ تھا کوئی میرا درد شناس !  
 وہ مطمئن کہ زیاں جو ہوا ہوا واصف !  
 مجھے یہ فن کر کہ ہو کیسے وا ، درِ احساس

شب چراغ

پھپھوں کہاں کہ میں ہوں رازِ جوہرِ مستی  
کھلوں کہاں کہ میں ہوں زلفِ شانہِ مستی  
قدمِ قدم پہ ہوا اک جہانِ نوآباد!  
اُجاڑ کے ہی ربا دلِ خسرو کی ہرستی  
ہمارے چاک تڑے پیرِ بن کی زینت ہیں  
غزوہِ حُسن کہ رکھتا ہے ماوراِ مستی  
سنائی دے نہ تجھے گر صداتے بانگِ جرس  
ہر اقصوہ نہیں ہے تری ہی بدِ مستی

جنوں بنا ہے خسرو کا امام پھر و اصف  
کہ گنجِ بائے گراں مایہ شے نہیں سستی!

عیاں تھا جس کی نگاہوں پہ عالم اسرار  
اسے خبر نہ ہوتی کیا ہوا پس دیوار !  
کھنڈر کھنڈر جو دینے تلاش کرتا ہو  
وہ کس طرح سے بنے اپنے وقت کا فنکار  
میں کتنی صدیوں سے اس انتظار میں گم ہوں  
الہی اب تو میجا کو آسماں سے اتار  
وہاں ہوئی بے متحرک مالا کی پہنائی !  
یہاں دھری بے ابھی ہمک مزار پر دستار  
یہ کیا غضب کہ مجھے دعوت سفر نہ کر  
کہ مکتی دھوب میں آنٹھیں چراگئے اشجار  
اگر تبادلت منکر و عمل رہاقت تم !  
بدل کے گا کوئی کیسے وقت کی رفتار  
وہ جس نے توڑ دیا جام آرزو و اصف  
اسی کے نام سے منسوب ہیں مرے اشعار

وہ نہیں ملتا ہے مانگا گیا!  
ہاتھ آیا وہ جسے پھینا گیا!  
بات ہی رہ جائے گی تاریخ میں  
ورنہ اس دُنیا میں جو آیا، گیا  
دقت نے گردن بھکالی شرم سے  
دقت سے کیا فیصلہ مانگا گیا  
کوئی صورت بھی نظر آتی نہیں  
کس لیے برائے نہ کبھی گیا  
دے گیا سورج مرا مجھ کو جمود!  
میرا سایا دور تک چلتا گیا  
کیا مری بیسناتی مجھ سے چمن گئی  
یا مرا ماحول ہی ہپتر آگیا  
اس کی بھی داتصف خبر کچھ لیجئے  
کوچہ قاتل میں جو تہا گیا!

نماش کرتا رہا دشت میں جسے آہو  
وہ منزلوں کی ہنک تھی کہ ذات کی خوشبو  
وہ ایک شخص جو سایا اُتارنے آیا ،  
مجھ پہ کر کے گیا وہ بہت بڑا جادو  
اگر ہو سامنے انساں کوئی کلیم صفت  
سکوت سے بھی نکل آتے بات کا پہلو  
عجب کرامت ایشا رہے شلفتن گل  
بہار دے گئے گمش کورات کے آنسو  
ترا خیال ہے دنیا کی ایک موجِ طرب !  
مرا خیال ہے قلم کا سیل بے قابو  
یہ انتظار ہے مجھ کو کہ جو کے عالم میں  
لگا ہی دے کوئی اک نعرہ ، وقت کا ابو  
میں لکھ رہا ہوں حکایاتِ خوشچکاں و اصف  
ٹپک رہا ہے مری انگلیوں سے دل کا لہو !

## شب چراغ

وہ جو کردار کا مثالی ہے  
اُس نے صورت مری پُراالی ہے  
تُو نے ہر ایک دل کی سازِ غمی !  
میں نے ہر ایک سے دُعا لی ہے  
تیرا اُخس سلوک بھی دیکھا  
اپنی جرات بھی آزما لی ہے  
کون مالک ہے اس امانت کا !  
تُو نے سینے سے جو لگالی ہے  
کوہِ پشیموں کی ہے پذیرائی !  
اہلِ سبیش کی پائمالی ہے  
یہ الگ بات لٹ گئی عزت !  
قیمتی جان تو بچالی ہے  
شکوہِ تقدیر کا عبث و اصف  
خود شمیم میں برق پالی ہے



قیامت کس طرح آئی، اسے کوئی نہیں سمجھا  
شب تاریک رخصت ہو چکی، سورج نہیں نکلا  
بڑی محرومیاں لکھی گئیں اس کے مقدر میں  
وہ راہی جو درختوں سے چڑا کر لے گیا سایا  
ترے انکار سے ہستی میں نعتے انقلاب آئی  
ترے انکار سے گویا جمود آرزو ٹوٹا !  
پیام مرگ آنے کا نوید زندگی بن کر !  
مرے قد کے برابر آگیا جس دن مرا بیٹا  
چلو اظہارِ غم پر تو ترے ماتھے پہ بل آتے  
مگر ضبطِ فغاں پر کیوں تری آنکھوں میں خوں ترا  
تمہاری یاد میں قلمیں لگاتی ہیں گلابوں کی  
تمہارے نام سے گھر میں لگایا سرو کا بوٹا  
کبھی افلاک پر دیکھی گئی ذروں کی تابانی  
کبھی تاروں کو و اصف خاک میں ملے ہوئے دیکھا

## شب چراغ

وہ پاس تھا تو مجھے منہ لیں دکھاتا تھا  
بُدا ہوا تو وہ خود راستے سے بھٹکا تھا  
میں چل رہا ہوں مگر فاصلے نہیں مٹتے  
یہ حادثہ بھی مری زندگی میں ہونا تھا  
وہ بھیڑتی تھی کہ نظر نہ ملتی تھی!  
ہجرم شہر میں ہر آدمی اکیلا تھا!  
ترس رہا ہے اب اک بوند کی عنایت کو  
وہ آدمی جو کسندر کی تہ میں رہتا تھا  
غلط کہ انس کے یہاں آگ بھی نہ جلتی تھی  
غلط کہ سارا دھواں میرے گھر سے نکلا تھا  
چلو کہ گری گئی اپنے بوجھ سے دیوار  
چلو کہ صرف اسی بات کا تو بھگڑا تھا  
وہ ایک لمحہ جو صدیاں نگل گیا و اصف  
وہ لمحہ وقت نے خود آستیں میں پالا تھا

بول حرف مدعا، تقریر طولانی نہ کر  
 قیمتی الفاظ کی اتنی بھی ارزانی نہ کر !  
 مہول جا اب کجکلاہی کے گئے ایام کو  
 وقت کے عبرت کدے میں اپنی مہمانی نہ کر  
 اپنے ماکسے تعلق کی نئی راہیں بھی ڈھونڈ  
 صرف سجدوں ہی روشن اپنی پیشانی نہ کر  
 میں دھواں ہوں وقت کے روشن الاذکی دلیل  
 نکل کر اُس آگ کا میری نگہبانی نہ کر  
 وہ جو طوفان کے تھیرے کھا رہا ہے اسے پوچھ  
 تو جو ساحل پر کھڑا ہے ذکرِ طغیانی نہ کر  
 اپنے زنجیں خوں کی دنیا سے باہر بھی نکل  
 آئینے کے عکس کی اتنی ثنا خوانی نہ کر !  
 عہدِ فردا کے قصیدے کا بھی ہو کچھ اہتمام !  
 عہدِ رفتہ ہی کی واسفِ مرثیہ خوانی نہ کر

رونی بزمِ طرب، یاد نہ کر  
زیرت کے غم کا سبب یاد نہ کر  
دیکھ اندازِ عطا بھی اس کا  
اپنا اندازِ طلب، یاد نہ کر!  
ہم کلامی کی ضرورت بھی سمجھ  
صرف دستورِ ادب یاد نہ کر  
کس طرح آئی سحرِ غور سے دیکھ  
کس طرح گزری ہے شب یاد نہ کر  
اس کا پیغام رہے پیشِ نظر  
حُسن کی جنبشِ لب یاد نہ کر  
کیا ہوا اس کی ملاقات کے بعد  
وہ ملا تھا تجھے کب، یاد نہ کر  
دیکھ کردار کی جانبِ واضح  
رتبہ و جاہ و نسب، یاد نہ کر

Handwritten text in Arabic script, likely bleed-through from the reverse side of the page. The text is arranged in approximately 12 horizontal lines, though it is extremely faint and difficult to decipher. The script appears to be a form of Maghrebi or Ottoman Turkish script. The page is otherwise blank with some minor discoloration and a small mark in the upper right corner.

# کرن کرن

(معترا نظمیں)

شب چراغ

۱۹۷

فریبِ نظر ہے کون و ثبات  
ترپتا ہے ہر ذرّہ کائنات  
«تباہ»

شب چراغ

## شاہد و مشہود

نور مجتہم

خلق سے پہلے

ایک اکائی، واحد، یکتا

اپنی ذات میں تنہا مٹھی، گنجینہ تھا

نور کا ہالا

اپنے آئینے کا باطن

ظاہر ہو کر پھیل گیا ہے

سورج، چاند، ستارے، شبنم



موتی، آنسو، روپ انوکھے  
حُسنِ مجسم، خالقِ اعظم کے منظر میں  
اس کے پرتو،  
جس نے اپنا آپ دکھانے کی خاطر انسان بنایا،  
وہ انسان بھی ایک اکائی، اک نقطہ تھا، پھیلنے والا  
پھیل گیا ہے  
نقطہ لیکن نقطہ ہی ہے،  
جیسے اک قطرے میں قلم  
قطرے اور قلم کی وحدت  
دریا، جھیلیں، بادل کالے  
آنسو آنکھ سے بنے والے  
شبِ نیم کے پاکیزہ گوہر  
ہر قطرہ قلم کا منظر  
قلم کی گہرائی قلم  
قلم کی پہنائی قلم  
قلم کی انگڑائی قلم

شب چراغ

طوفاں قلزم، موجیں، قلزم  
انسانوں کی کثرت — قلزم

وحدت — آدم  
انسانوں کی بھیڑ کے اندر ہر انسان اکیلا ہی ہے

سوچ رہا ہے،

میں اک نقطہ، میں اک قطرہ

میں اک قلزم

پھیل گیا ہوں، بکھر گیا ہوں

## اول و آخر

دانیہ گندم، سفر سوتے زمیں	دانیہ گندم، گناہِ اولیں
دانیہ گندم، سزاوارِ عذاب	دانیہ گندم، بنائے انقلاب
دانیہ گندم، جہانِ رنگ و بو	دانیہ گندم، تجسسِ جستجو
دانیہ گندم، جہادِ زندگی!	دانیہ گندم، فسادِ زندگی
دانیہ گندم، شعورِ تن بدن	دانیہ گندم، فسونِ ابرین
دانیہ گندم، قرارِ تلب و جاں	دانیہ گندم، تالیِ آشیان
دانیہ گندم، فاسوتے بقاء	دانیہ گندم، تنزلِ ارتقاء
دانیہ گندم، حیاتِ جادواں	دانیہ گندم، بہارِ بیخیزاں
دانیہ گندم، طلسمِ سوز و ساز	دانیہ گندم، ربوبیتِ کاراں

آدم و حوا کی بنیادِ سرشت!

سے یہی دوزخ، یہی دانہ بہشت

## نکست

یہ ایک لمحہ۔ جہان نو کا پیا مبر ہے  
کتابِ فطرت کا اک ورق ہے  
یہ ایک لمحہ جو زندگی ہے  
اسی سے دنیا میں روشنی ہے  
یہی ازل ہے  
یہی ابد ہے  
یہ ایک لمحہ۔ ہمارے منکر عمل کی حد ہے !!

# تلاش

میں نوحہ گر ہوں  
ضمیرِ آدم کا نوحہ گر ہوں  
سزا ملی ہے ضمیرِ آدم کو خود کشی کی  
ضمیرِ آدم !!  
تجھے میں کیسے حیات بخشوں  
ترا میجا۔ کہاں سے لاؤں

## فیصلہ

آدھا رستہ طے کر آیا،  
اب کیا سوچ رہا ہے آخر!  
انجانی منزل کی جانب  
چلتا جاتے  
یا واپس ہو جاتے راہی!  
سوچ کے بھی اندازِ عجب ہیں  
سوچ کے ہی آغاز کیا تھا  
سُورستوں میں ایک پُشنا تھا  
اور اب سوچ ہی روک رہی ہے؟  
آگے بھی کچھ تاریکی ہے  
لوٹ کے جانا بھی مشکل ہے  
سوچ کا سورج ڈوب رہا ہے  
ایسے راہی کی منزل ہے۔ — آدھا رستہ

## دیک

خیال کی جڑوں میں شب بھر  
سگلتا رہتا ہے جسم میرا !!  
میں خود گریزی میں مبتلا ہوں  
تضادِ علم و عمل سے بچنا۔  
مجھے نفر آ رہا ہے مشکل — !

میں فکر کی داویوں میں شب بھر  
تلاش کرتا ہوں اس عمل کو  
جو سرخوشی دے  
مجھے مرے فکر سے بچاتے  
کہ فکر ہی زندگی کا گھن ہے۔

شب چراغ

مجھے مرانہ کرکھا رہا ہے  
مگر میں کیسے نجات پاؤں !  
کہ اب مرا فکر ہی عمل ہے۔  
میں عمر بھر سوچتا رہوں گا  
کبھی نہ آزاد ہو سکوں گا  
کہ فکر ہی زندگی ہے شاید !  
علاج اس کا — کوئی نہیں ہے  
جو یہ نہیں ہے  
تو میں نہیں ہوں !



## صلابت

آفاقی تنویریں لے کر  
سوچ کی راہیں جب چلتی ہیں۔  
انڈیشے دیوار بنا دیتے ہیں رہ میں  
فکر کا راہی۔ رُک جاتا ہے  
ہر دیوار کی پیشانی پر،  
اک تحریر ابھر آتی ہے  
رستہ بند ہے !!  
فکر کا راہی۔ کب رُکتا ہے  
عزم کا پیکر۔ فکر کا راہی، ہر دیوار سے ٹکراتا ہے۔

شب چراغ

ہر دیوار ہے ایک روایت

آفاقی تنویر کی دشمن

انسانی تقدیر کی دشمن

عزم کا راہی، اپنے ہی بوسیدہ اندیشوں کا دشمن

ہر دیوار سے ٹکراتا ہے

آخر اک دن یہ دیواریں

عزم کے آگے بھٹک جاتی ہیں

## تکمیل

امن کیا ہے ؟  
ایک وقفہ — مختصر  
ایک جنگ اور دوسری کے درمیاں

ایک لمحہ ہے بہار  
اک خزاں اور دوسری کے درمیاں  
مختصر لمحہ — بہارِ جاوداں کیسے بنے

موت کیا ہے ؟  
ایک لمحہ — مختصر  
زندگی اور زندگی کے درمیاں  
بے اسی لمحے میں پوشیدہ  
مرادِ نازل — یومِ ابد  
پھر — ! حیاتِ جاوداں

## تضاد

تجھے بھی حق ہے، مجھے بھی حق ہے  
کہ اس جہاں چار روزہ میں  
اپنے اپنے خیال کی روشنی میں  
ہستی بسر کریں ہم۔  
نہ کوئی دیوار تیری راہ میں  
نہ میرے رستے میں کچھ رکاوٹ  
یہی تقاضا ہے زندگی کا  
ہم اپنے اپنے مدار میں ہوں  
کہ سارے اپنے حصار میں ہوں  
مگر یہ صورت ؟  
کہ تیرے میرے خیال میں تضاد اتنا  
تجھے نظر آئیں دن کو تارے  
میں رات کو آفتاب دیکھوں۔

# شہرِ سنگ

دل ہے ————— پتھر  
آنکھیں ————— پتھر  
صورت ————— پتھر  
حیرت ————— پتھر  
ہستی ————— پتھر  
موت بھی ————— پتھر  
بن بادل بر سے ہیں ————— پتھر  
ایسی آگ کہ ایندھن ————— پتھر  
اٹتے ————— پتھر  
بہتے ————— پتھر  
پتھر کی نگری میں ————— پتھر  
پتھر سے پتھر ————— ٹکراتے  
کس پتھر نے اشک بہاتے؟

شب چراغ

## پرانے کاغذ

بچے ہوتے آتھیں جزیرے  
اگر ہوا میں زبان کھولیں  
تو آگ لگ جاتے پانیوں میں

\_\_\_\_\_ امانتیں ہیں

\_\_\_\_\_ حقیقتیں ہیں

مجتہدوں کی صباحتیں ہیں  
رفاقوں کی صداقتیں ہیں

بدستِ الفاظِ نرم و نازک  
یہ گرد آلود آئینے ہیں

ان آئینوں میں سمٹ رہے ہیں  
پرانے چہرے، پرانی آنکھیں  
ورق پرانے — دریدہ تن میں  
یہی تو خلوت کی انجمن ہیں  
نشاطِ عزم کے کئی فسانے  
سُنا رہے ہیں ورق پرانے

نقوشِ رنگیں مٹے مٹے سے  
چراغ گویا بجھے بجھے سے  
پرانے کاغذ، پرانے کاغذ  
شکستگی کا مزار کہتے  
کہ جن پہ کتبہ نہیں ہے کوئی !!

# رشتہ

جھل جھل

دورانی پر

ایک ستارہ !

اپنے دل کی بات سناتے

میرے دل کی سمجھ نہ پاتے

مستقبل کا روشن تارہ

مجھ کو ماضی یاد دلاتے

میرا ماضی ؟

ایک کہانی — ایک پہیلی

نذر روپ — نہرے ساتے

جگمگ جگمگ کرنے والے



## شب چراغ

کتنے تارے ،  
اُبھرے ، چمکے ، ڈوب گئے

ایک ستارہ ، سب تاروں کو بھگ گیا تھا  
جانے والے کب لوٹے ہیں ؟  
اک اک کر کے ڈوبنے والے  
سب تاروں کو — ایک ستارہ کھا جاتا ہے !  
مستقبل کا روشن تارہ

پھین کے بیٹے لمحے سارے  
خود ہی دل میں آبتا ہے ۔  
بیٹے لمحوں کے سب تارے  
آنکھ سے آخر ، بہہ جاتے ہیں ۔

اور پھر ، دل میں آنے والا  
راہی اپنے مستقبل کا

ایک ستارہ

پتھر بن کر — دل کے اندر سوجاتا ہے !!

شب چراغ

## برقاس

پیڑ چُپ چاپ، مکاں گنگ، فضائیں خاموش

کوئی آواز نہ آہٹ کوئی

اتنی پُر ہول نموشی کہ بیاں سے باہر

نیند بھی ڈرتی ہے سناٹوں سے،

پھر یکایک

میرے کانوں میں صدائیں کتنی

ایک ہنگامہ بپا کرنے کو آجاتی ہیں

گو سخنے لگتا ہو ماضی جیسے

چیتا ہے مرے کانوں میں بیاباں کی طرح،

پھر کیا کسی نغمے کی صدا آتی ہے  
یہ ہر فردا ہے آواز مجھے دیتا ہے  
جانے پھر کون قدم میرے پڑ لیتا ہے؟  
پھر وہی ساکت و جامد ماحول  
وہی خاموش فضا،  
پہر چُپ چاپ، مکاں گنگ، فضائیں خاموش

شب چراغ

# فرمائش

آخر اک دن۔  
اُس نے مجھ سے کہہ ہی ڈالا  
مجھ پر بھی اک منظم کو تم  
ایسی نظم  
کہ جس میں میرا نام نہ آئے  
میں خود آؤں !

شماره

مجلس شورای ملی  
تاریخ ۱۳۰۲  
شماره ۱۰۰

۱۰۰

# تن من

(دوہ)

دوہ: تن من، تن من، تن من، تن من  
دوہ: تن من، تن من، تن من، تن من

نہ زباں

نہ زباں کوئی غزل کی، نہ زباں سے بانجیر میں  
کوئی دلکش صدا ہو، عجبی ہو یا کہ تازی  
(اتبان)

شب چراغ

ندی کسارے میں کھڑی جانا ہے اُس پار  
رام بھروسے چل پڑوں تو نیا من کھین بار!

تارا ٹوٹا دیکھ کے دل نے کی پکار، !  
کوئی بھے بھی دیکھتا، میں ٹوٹا سو بار

پریم نام کو جا پلے جانے کل کیسا ہو،  
مایا دیش کی پڑھی پریم سے امرت ہو!

بہت پیارا امت کروانت سیرا دور،  
جنگل جا کے بانے کھاتے خشک کھوڑ!



جس بن تڑپے ماپھری، بٹھ، بن کپے دل،  
نین کو اڑ زائش کھڑے، آسا جن اب مل!

من مندر کی مورتی من کو، ہی تڑ پاتے،  
دیش۔ بدیش بنائے کے اب کا بے کو جلتے

نین سے نین ملاتے کے، اب کا بے بے چین  
سا جن من میں آ بے، اب کا بے کو بین!

میں ناچوں جگ ناچتائیں رڈوں جگ روتے  
ایک نہ مانے بانیا پیے گن کے سوتے

مورکھ آنکھیں پھاڑ کے دیکھے میسری اور  
بھید نہ جانے سادھ کا۔ چور نے دیکھا چور

## شب چراغ

لے دے کر کے بانیا عسرا کارت کھوتے  
خالی دیکھ کے روکڑھی بات لے اور روتے

ٹھا کر دوارے جانے کے چا پر اپنی جات !  
ہم جانیں تم ریج ہو، ٹھا کر سے کیسا بات،

جگت گردو کا بالکا کھڑا ذہاتی دے ، !  
نیند کے ماتو سنیو گجر سنانی دے !

باہل گھر کی راگنی ہوتی بدیش سوار، !  
شہنائی کی گونج میں سکھیاں کریں پکار

میں ندیا کسار کی چلتی چلتی جساؤں ،  
ساگر میری جان ہے - ساگر سے مل جاؤں

میں رادھے کا شہیام ہوں میں بنسی کا راگ  
میں جانوں پر ماتا، تو شیطان تو بھاگ!

توری چہتون دیکھے کے آتش بھی زاش!  
دھرتی تو دھرتی بھی تو دم سادھے آکاش!

ہری ہری میں برگنی میں ہاری ہر بار،  
بار ہی موری جیت ہے موہ سنگ کھیلے یار

نہیں پیاسے نین کے دھوا کا سہ ہوتے  
نین پلاتے، نین پتے، انت کو نین ہی روئے

منوا سپنے یاد نہ کر جس بھر آوت نین!  
مبور کبھو کی ہو گئی چھوڑ رین کے بین!

## شب چراغ

پر بت کا۔ نیچے خون سے تُو بھاگے مُنہ زور،  
ساجن تیرے میت ہیں، ادسا جن کے چور؟

مور کھ، دل نہ نہ دیتے دل میں دلبر ہوتے  
دلبر روٹھا کب لے، ندی کنارے موتے

غافل ڈوری سانس کی پل پل کٹتی جاتے!  
جھوٹی کال کی بانسری کال کبھو نہ آتے!

مور کھ گُپیا ہوش کی گھاس پھوس کا ڈھیر،  
دیک آگ لگاتے بن میں دیپ جلے کی دیر!

نایا گن گن رین ہوتی۔ آتی چور کی بار۔!  
سویا مور کھ لٹ گیا، مانگے دوجی بار!

آشاؤں کے دیش میں کھڑی نرآشا روتے  
میں آشا کا آنت ہوں آش نہ کرے کو تے!

جو سکیاں رنگ راتڑی کریں سوچ بچار  
ایک ہی بوند میں رنگ نے اڑنا ہے سو بار

ماٹی پر ماٹی چلے، چلے ہزاروں رنگ،  
آنت کو ماٹی جا لے۔ ماٹی ہی کے سنگ!

مور کھ بھاگے جاتے ہے جیسے لاگے آگ۔  
آگے آگے لو بھ ہے پاپھے خوف کا ناگ!

واصف کسے کبیرے سٹو ہمارے یار!  
ہم تم جیسے جگت میں آئیں نہ ددجی بار!

کلام نو  
(نعت، نظم، غزل)

شب چراغ

مٹھرتا نہیں کاروان وجود  
کہ ہر لحظہ تازہ ہے شان وجود  
(اقبال)

## نعت

”دو صورت راہ بے صورت را“

من رآنی کا مدعا چہرہ  
سر مگیں چشم آبیہ ما زاغ  
عالم خواب میں حقیقت ہے  
مصطفیٰؐ آنکھ ہو خدا صورت  
صورت حق کا آئینہ چہرہ  
زلف و لیل والضحیٰ چہرہ  
آپ کا چہرہ، آپ کا چہرہ  
بوحسنا آنکھ مصطفیٰ چہرہ  
یہی چہرہ نشانِ وجہ اللہ  
ورنہ رکھا ہے کیا خدا چہرہ  
یہ ہے تفسیر احسن تقویم  
ابتدا چہرہ، انتہا چہرہ  
مرے آقاؐ مجھے دکھا چہرہ  
مرنے والوں کی آخری خواہش

رگزارِ حیات میں واصف

بارغ فردوس کی ہوا چہرہ



باعثِ حرفِ دُعا یاد نہیں  
 میں کسے بھول گیا یاد نہیں  
 کس نے کی کس سے جفا، یاد نہیں  
 کون تھا جان و فدا، یاد نہیں  
 کس نے طوفاں کے تھپڑے کھائے  
 کون ساحل پر رہا، یاد نہیں  
 جرمِ اطوارِ محبت توبہ  
 کچھ بھی توبہ کے سوا یاد نہیں  
 کب بری ہمسفیری میں آیا  
 کب ہوا تھا وہ جس کا یاد نہیں  
 کارواں راہ سے کیسے بھٹکا؟  
 کون تھا راہِ بنما، یاد نہیں  
 کب جلا اپنا نشیمنِ واضحیت  
 کب ہوئی آہِ رسا، یاد نہیں

دور سے اڑ کے مرے دیس میں آئی مٹی  
کھا رہا ہوں میں بصرہ عجز اپنی مٹی  
کہیں کاسہ لیے مصروف گدائی مٹی  
کہیں انسانوں پہ کرتی بنے خدائی مٹی  
دامن کوہ میں قدرت نے بچھائی مٹی  
ایک فنکار نے رنگوں سے سجائی مٹی  
میں ہوں بھٹی میں کبھی مجھ میں سمائی مٹی  
مجھ کو جنت سے یہاں کھینچ کے لائی مٹی  
پھر سمجھ آئے گی کیوں اس نے بنائی مٹی  
تجھ پہ جب ڈالیں گے روتے ہوئے بھائی مٹی  
درِ محبوب سے تھوڑی سی اٹھائی مٹی  
پھر بڑے فخر سے ماتھے پہ سجائی مٹی  
جس نے محبوب وطن کی بنے اڑائی مٹی  
واصف اس شخص کی ہوساری کھائی مٹی

چاندنی رات میں کھلے چہرے  
صبح ہوتے ہی چھپ گئے چہرے  
میں نگاہوں کو کس طرح بدلوں  
آپ نے تو بدل لیے چہرے  
غور سے دیکھ آج کیسوں کو  
کل کہاں ہوں گے آج کے چہرے  
کھا رہے ہیں درخت کا سایہ  
ٹہنیوں سے لگے ہوئے چہرے  
اس کا چہرہ کب اس کا اپنا تھا  
جس کے چہرے پر مٹے چہرے  
زندگی میں کبھی نہیں ملتے  
کاغذوں پر بسجے ہوئے چہرے  
آگے کھل کے سامنے واضح  
آستیں میں چھپے ہوئے چہرے

برے جہاں کا نصاب چہرے  
میں پڑھ رہا ہوں کتاب چہرے  
یہی جہاں ہے، یہی سزا ہے  
ثواب چہرے، عذاب چہرے  
کسی جہاں کی حقیقتیں ہیں  
کسی زمانے کے خواب چہرے  
یہ زندگی ایک موج دریا  
رواں دواں ہیں جناب چہرے  
میری زمیں کے کسی فلک پر  
مہک رہے ہیں گلاب چہرے  
کہیں مجھ سے سوال ہیں یہ  
کہیں سراپا جواب چہرے  
بپا کریں گے جو حشر و اصفت  
ابھی ہیں زیر نقاب چہرے

دُور تک بے مانگی کا سلسلہ محسوس کر  
 اپنے جامے سے نکلنے کی سزا محسوس کر  
 سامنے آتا ہے جو منظر اُسے دھوکا سمجھ  
 بند ہے گنبد کے اندر جو صدا محسوس کر  
 خواب کی اونچی اُڑانیں خواب تک محدود رکھ  
 تنگ ہوتا جا رہا ہے دائرہ محسوس کر  
 سوپ دے تاریخ کو گزرا ہوا ہر حادثہ  
 بنے تجھے درپیش اب جو مرحلہ محسوس کر  
 پھونک کر اپنا قدم رکھ عبرتوں کے شہر میں  
 عرصہ محشر میں تازہ کر بلا محسوس کر  
 بند کمرے کے درپے خود بخود کھل جائیں گے  
 آنے والے شخص کی آوازِ پا محسوس کر  
 نیند میں ڈوبی ہوئی صدیوں کا واصف ذکر کیا  
 جاگتے لمحوں کی آوازِ درِ محسوس کر

شب چراغ

روشنی، کائنات کی خوشبو  
چار سو حسن ذات کی خوشبو  
فاصلے وقت کے سمٹتے ہیں  
جب مہکتی ہے رات کی خوشبو  
دل کی گہرائیوں سے جب نکلے  
پھیلتی جائے بات کی خوشبو  
آدمی کو عدم سے لاتی ہے  
عالم شش جہات کی خوشبو  
تاقیامت رہے گی شرمندہ  
کربلا میں فرات کی خوشبو  
اک تعفنِ عنبر و رکی ذریا  
عاجزی میں نجات کی خوشبو

اپنے اپنے مزار میں واصف  
اپنی اپنی صفات کی خوشبو

تاروں پہ ڈالنے کے لیے جو کمنہ تھی  
دیوار اپنی راہ میں اس سے بلند تھی  
وہ شے جو اُس نے اپنے لیے منتخب نہ کی  
وہ چہینہ اُس کو میرے لیے کیوں پسند تھی  
لقمہ تھا اپنے ہاتھ میں قسمت کے زہر کا  
کام و دہن میں لذت و خوشبوئے قند تھی  
اس کی گلی میں سب کو ملی دادِ تشنگی  
نہرِ فطرت صرف مجھی پر ہی بند تھی  
میں دان کارزار میں واصف سے نہ ڈھونڈ  
پانے ہی گھر کے صحن میں جس کی زقند تھی

شب چراغ

چساند پانی میں یوں اتر آیا  
کوئی پردہ سی جیسے گھر آیا  
دل میں جب حرف آرزو نہ رہا  
دیدہ تر میں تب اثر آیا  
میں بھی اپنے خیال میں گم تھا  
وہ بھی کھویا ہوا نظر آیا  
یوں تو مجرم تھے سب برابر کے  
سارا الزام ایک پر آیا  
کتے منظر نظر سے گزرے ہیں  
عید کا چاند جب نظر آیا  
سل گئے ہونٹ اُس مسافر کے  
تیرے کپے سے جو گزر آیا  
ہم سفر منزلوں پہ جا پہنچے  
ایک واصف نہ راہ پر آیا



آپ جس دن سے مہرباں ٹھہرے  
ہم عذابوں کے درمیاں ٹھہرے  
وقت ہر سال میں گزرتا ہے  
وقت کا قافلہ کہاں ٹھہرے  
آنسوؤں میں شباب ڈھل جائے  
پانیوں میں کہاں کہاں ٹھہرے  
پاؤں سے جب زمیں نکل جائے  
سر پہ کیوں بارِ آسماں ٹھہرے  
اب ترا نام لب پہ ہے واصفت  
اب کہاں خسلق کی زباں ٹھہرے

رخصت کے وقت صبر کی تلقین کر گیا  
ایساں ہی برا مجھے بے دین کر گیا  
رکتا ہے اپنے پاس وہ اب تک مرنے خطوط  
اپنے خطوط مجھ سے مگر چھین کر گیا  
دامن میں اب تو کچھ بھی انا کے سوا نہیں  
میرا غم رو رہی مجھے مسکین کر گیا  
دستِ شفا بجاتا تھا میں جس کے ہاتھ کو  
وہ اپنے ہاتھ سے مری تکفین کر گیا  
وہ شخص جس کو حوصلے میں نے عطا کیے  
واصف وہ میرے عزم کی تو بین کر گیا

مست پوچھ کر میں کتنی بلندی سے گرا ہوں  
دے مجھے کو دلاسا کہ میں اب ٹوٹ چکا ہوں  
تو باعث ہستی ہے تو میں حاصل ہستی  
اے تابشِ خورشید! میں فترے کی انا ہوں  
شادابی گلشن میں وہ مصروفِ طرب ہے  
میں درد کے صحرا میں جسے ڈھونڈ رہا ہوں  
الفاظ کا مفہوم بدل جائے جہاں پر  
اُس صورتِ حالات سے دوچار ہوا ہوں  
اب جاں سے گزرنے کا ہے اک مرحلہ باقی  
رشتوں کی اذیت کا سفر کاٹ چکا ہوں

ہم نے اپنے دور میں کیا کیا دیکھا ہے  
تعبیروں نے خواب کے ناطہ توڑا ہے  
چاٹ رہی تھیں کہیں اپنے سورج کو  
آنکھوں نے ایسا منظر بھی دیکھا ہے  
اک جیسے آنسوئیں سب کی آنکھوں میں  
ہر انسان کا ہر انسان سے رشتہ ہے  
تُو نے کیوں ماتھے پر رکھ لی ہیں آنکھیں  
میں نے اپنا حق تجھ سے کب مانگا ہے  
وقت سے پہلے وقت بدل جانے کیسے  
وقت بدلنے کا بھی موسم ہوتا ہے  
جب تازہ پیغام ملا ہے منزل کا  
اک اونچی دیوار نے رستہ روکا ہے  
اب تو اپنا ہونا بھی مشکوک ہوا  
اس نے میرا نام مجھی سے پوچھا ہے  
بھیڑ کے اندر کیوں افسردہ ہے واصلت  
اس میلے میں ہر انسان اکیلا ہے

قدم قدم پہ تھا اک مرحلہ، میں کیا کرتا  
 طویل ہوتا گیا فاصلہ، میں کیا کرتا  
 ہر ایک شخص کو تھا زعم رہبری کتنا  
 ہنسک رہا تھا مگر قافلہ، میں کیا کرتا  
 عزم حیات عزم عشق اور عزم عقبنی  
 الجھ گیا تھا ہر اک سلسلہ، میں کیا کرتا  
 تمہارے ساتھ کے فیصلے کی فرصت تھی  
 تمہارے بعد بھلا فیصلہ میں کیا کرتا  
 بہت سنبھال کے رکھا تھا دل میں راز ترا  
 وہ راز بن گیا جب مسئلہ، میں کیا کرتا  
 مجھی سے مانگنے آیا وہ دادِ مجبوری  
 اب اُس سے اُس کی جفا کا گلہ، میں کیا کرتا  
 وہ آنسوؤں کی زباں جانتا نہ تھا واصفت  
 مجھے بیاں کا نہ تھا حوصلہ، میں کیا کرتا

پھر نگاہوں کو پاس ہے آجا  
پھر مراجی ادا اس ہے آجا  
تو حقیقت ہے یا فاضل ہے  
وہم ہے یا قیاس ہے آجا  
سُن رہا ہوں میں آہٹیں تیری  
تو کہیں آس پاس ہے آجا  
میں چلو گم سہی فسانوں میں  
تو حقیقت شناس ہے آجا  
کوئی دعوے نہیں تعلق کا  
رحم کی التماس ہے آجا  
اب حجابات کی ضرورت کیا  
تیرگی کا لباس ہے آجا  
کب سے ہے منظر ترا و اصفت  
کب سے ملنے کی آس ہے آجا

اُس کا کیا اعتبار، اب سو جا  
 جا کے آئے کوئی کب، سو جا  
 دل کو ہر آرزو سے خالی کر  
 مطمئن ہو کے بے طلب، سو جا  
 بے بسی یہ کہ آدمی ہے تو  
 تو نہیں ہے کسی کا رب، سو جا  
 یہ بھی ممکن وہ خواب میں آئے  
 نیند شاید بے سبب، سو جا  
 بچھو گئے ہیں چراغ محفل کے  
 اب کہاں رونقِ طرب، سو جا  
 یاد رکھ اس کو خود کو بھی نہ بھولا  
 نصف شب جاگ نصف شب سو جا  
 زندگی کا ثبوت دے واصفت  
 سو گئے ذی حیات سب، سو جا

میں نے افکار کے چہرے سے بٹایا پردہ  
کھم رنگا بی کا تیرے ذہن پہ چھسایا پردہ  
جو حقیقت پس پردہ تھی وہ پردے میں رہی  
ہم نے بس چوم کے آنکھوں سے لگایا پردہ  
یوں تو رحمت بنے تیری تیرے غضب پہ حاوی  
پھر بھی محشر میں مارا کنا حنڈایا پردہ  
ایک پیغام مجھے تند ہواؤں نے دیا  
جب مری چھت پہ گرا آ کے پرایا پردہ  
اُن درختوں کو خدا رکھے سلامت و اصنت  
جن درختوں سے غریبوں نے بنایا پردہ



خوشبو سے رنگ، رنگ سے خوشبو نکال دے  
 دل کو بچھا کے شہرِ تمنا اُجال دے  
 اپنے عمل کا آپ ہی اچھا سا نام رکھ  
 کھم نظریں ننگاؤ کو حسنِ مآل دے  
 کچھ اور ہی طرح سے وہ ترقی ہیں صورتیں  
 تاریخ جن کو اپنے لیے خدو خال دے  
 اپنے سکونِ قلب کا کچھ اہم تمام کر  
 اس خانہِ خدا سے کدورت نکال دے  
 تیرہ شبیِ خدا سے باہر نکل گئی  
 واصف اب اپنے درد کا سورج اُچھال دے

وہ مرا ہم سفر ہو ممکن ہے  
زندگی یوں بسر ہو ممکن ہے  
ہم جسے تیرگی سمجھتے ہیں  
وہ لباس سحر ہو ممکن ہے  
میرے آنسو بھی خشک ہو جائیں  
آنکھ اُس کی بھی تر ہو ممکن ہے  
دفعۃً وقت ہی بدل جائے  
اتفاقاً نظر ہو ممکن ہے  
میں نے کعبہ سمجھ لیا جس کو  
وہ ترا سنگ در ہو ممکن ہے  
اب کوئی آرزو نہیں باقی  
یہ دُعا کا اثر ہو ممکن ہے  
مجھ کو اپنی خبر نہیں واضح  
تجھ کو میری خبر ہو ممکن ہے

تلخی زبان تک تھی وہ دل کا برا نہ تھا  
 مجھ سے جدا ہوا تھا مگر بے وفاء تھا  
 طرفہ عذاب لائے گی اب اس کی بدعا  
 دروازہ جس پہ شہرہ کا کوئی کھلا نہ تھا  
 شامل تو ہو گئے تھے سبھی اک جلوس میں  
 لیکن کوئی کسی کو بھی پہچانتا نہ تھا  
 آگاہ تھا میں یوں تو حقیقت کے راز سے  
 اظہار حق کا دل کو مگر حوصلہ نہ تھا  
 جو آشنا تھا مجھ سے بہت دور رہ گیا  
 جو ساتھ چل رہا تھا مرا آشنا نہ تھا  
 سب چل رہے تھے یوں تو بڑے اعتماد سے  
 لیکن کسی کے پاؤں تلے رستہ نہ تھا  
 ذروں میں آفتاب نمایاں تھے جن دنوں  
 واصف وہ کیسا دور تھا، وہ کیا زمانہ تھا

کیوں ٹوٹ گیا تارا ؟  
اک دوست بنایا تھا، دشمن ہوا جگ سارا

اب دھڑکن کیوں لاگے ؟  
مشکل سے جو باندھے تھے اب ٹوٹ گئے دھاگے

اک بات بتاؤ گے ؟  
مُنہ پھیر کے جاتے ہو، کب لوٹ کے آؤ گے ؟

کیا کہتے ہیں ہمسائے ؟  
تم نے ہی بلایا تھا، ہم خود تو نہیں آئے

کیوں ٹوٹ گیا سپنا ؟  
اپنا جسے سمجھے تھے، وہ شخص نہ تھا اپنا

کابے کو دُباتی دے ؟  
آواز تو آتی ہے صورت نہ دکھائی دے

کیوں لب پہ پڑے تالے؟  
افسلاک پلا دیں گے اک روز زمیں والے

کیا نسری گاتی بنے؟  
بیٹے میں بہا آئی ہا جن کو بلاتی بنے

کس طرح کامیلا بنے؟  
بنے بھیڑ بڑی لیکن ہر شخص اکیلا بنے

کیوں چھپ گئے سب تارے؟  
آنکھوں سے ٹپکتے ہیں دیکھے ہوئے انگارے

## پنجابی کلام\*

جو کیستی سو آگے آئی ددھ دا ددھ پانی دا پانی  
کالی رات دچھوڑے والی ایہو ڈین لے بندے کھانی

آون جساون والا ساہ چُپ کر کے پے جسا نڈا راہ  
میں رانجھے دی رانجھا میرا چاچا کید وخواہ مخواہ

رات ہنیری، کلہا ٹاپو اتوں ماہ سیالا  
میں وچ کلہا بیٹھے کے پیواں آتب جیاتی والا

دستور زالا لے دنیا دا آج کیستیاں تے کل بتیاں نے  
اگے آوندیاں اپنے آپ دے جی جھیریاں وچ دلاں دے زیتیاں نے  
اتھے خالی جنا ہندیاں جھولیاں نے اوہ رہندیاں سدا بڑ بولیاں نے  
جہناں بگلاں دے وچ ماہی وسدا اوہ رہندیاں چُپ چپتیاں نے

میرے سر تے انبر ڈگیا میں مارے جُن دی جاں  
میں اپنے آپ نوں ڈنگیا میں سپاں دی دی ماں

پنجابی کلام "بھرے بھڑولے" سے

اُدھی نہیں اسمانا اُتے اپنے آپ تینگ  
 جہدے ہتھ دچ دورے تیری اوبدیاں خیراں منگ  
 ایہہ حیاتی اپنی ساری رُوح تے بُت دا جھگڑا  
 رانجھا رانجھا کر دی مرگئی سہرے یار دی منگ

دل دے اندر خانہ کعبہ ساڈا ہویا گھر دچ حج  
 آپ امام تے آپ نمازی آپے بانگاں دیواں اُج  
 نیڑے آکے دیہڑے ساڈے وناں ای تے وس  
 دُوروں چمکاں بار نہ ساناں اینویں نہ پیا گج

ساڈی کوٹھی دانے پا نہیں تے نہ سہی آپوں کھا  
 تیری سب خدائی دیکھی اس تو اگلی گل دکھا

اج کل میرے چار چوہیرے تیرے درداں لائے ڈیے  
 جیوں دیوے دی کو تے بیٹھے پیرے دار ہنیرے  
 میرے دل دی سپ دے منگے، کجھ اسماناں تے جا چمکے  
 باقی رات نے اوس بنا کے پھلاں اُتے کیرے  
 ایہدی کجھ تعبیر وی دسو، جم جم جیو، جگ جگ دسو  
 میں سفنے دچ کی دیندا ہاں، چھٹلاں بیٹھے بنیرے

## شب چراغ

آپے اپنی رست پنخوڑی آپے رو رو پستی  
دسن والی گل نہیں کوئی، جو بہتی سو پستی  
تیرا دوش نہیں اے کوئی، جو بہتی اے رتی بہتی  
ساڈے نال تے چینی ساڈے اپنے لیکھاں کبھیستی

اکھاں دے وچ وسن والا سو بہنا نظر نہ آوے  
دل نون ٹھنڈک دیون والا دل نون آگ لگاوے  
کالی رات جدائی والی اپنا رنگ دکھاوے  
پہنچھو نہ کیوں کالے ہو گئے سو بہ، پیلے ساوے  
ہتھوں باز اڑا کے سسی تھلاں نون ٹر جاوے  
چسلی دا وچھوڑے والی کوچ پیسی کر لاوے  
جھیڑا سوچ سمندر وڑیا، ڈبڈا ڈبڈا جاوے  
ٹچا موتی سوچ سپی دا مرمر کے ہتھ آوے  
آساں ماری ہیر و چاری زاریاں کر دی جاوے  
راجھ کن چ مندریں پا کے آوے یا نہ آوے  
دیوے خوشیاں دے بچھ جاون، غم موسم جد آوے  
دسے شہر نہ ملدے چتھے ڈیرا عشق لگاوے  
کانہوں، کیویں، کد، کی ہویا خلقت پچھن آوے  
لوکاں نون دس تیرا واسف کیٹری گل سداوے



# تصانیف

داصف علی داصف

کرن کرن سورج — (نثر پارے) \*

دل دریا سمندر — (مضامین) \*

قطرہ قطرہ متلزم — (مضامین) \*

The Beaming Soul \*

حرف حرف حقیقت — (مضامین) \*

بھرے بھڑولے — (پنجابی کلام) \*

شب راز — (شاعری) \*

بات سے بات — (نثر پارے) \*

گفتگو — (سوال جواب) \*

گمنام ادیب — (خطوط) \*